چراغاں

لہو لہان کشمیر کے معنوی لالہ زاروں میں
اُگی چالیس اُردو غزلوں پر مُشتمل ایک درد بداماں دیوان

شاعرِ توحید، ابوالمشتاق
پروفیسر مرغوبؔ بانہالی

چراغاں

(لہولہان کشمیر کے معنوی لالہ زاروں میں
اُگی چالیس اُردو غزلوں پر مُشتمل ایک درد بداماں دیوان)

فیض سے تیرے ہے، اے شمعِ شبستانِ بہار!
دلِ پروانہ چراغاں ، پرِ بُلبُل گلنار!

(غالبؔ)

شاعرِ توحید، ابوالمُشتاق
پروفیسر مرغوبؔ بانہالی

نامِ کتاب	:	چراغاں
نوعیت	:	دیوانِ غزلیات
مُصنّف	:	پروفیسر مرغوبؔ بانہالی
سائز	:	١٦x٣٦/١٦
صفحات	:	٨٥
پہلا ایڈیشن	:	٢٠١٤ء
تعداد	:	٥٠٠
کمپیوٹر کتابت	:	**TFC** سنٹر، مدینہ چوک گاؤ کدل سرینگر #2473818
قیمت	:	١٥٠ روپے
طباعت واشاعت	:	ادارہ فکروادب جموں وکشمیر سرینگر

ملنے کا پتہ:-

i ادارہ فکروادب، سرینگر 9906508860

ii اے، آر، آزاد میموریل فاؤنڈیشن پلوامہ کشمیر 9419030720

iii مرغوبؔ منزل۔ عمر کالونی بی۔ لال بازار سرینگر 9796322022

iv کتاب گھر لالچوک سری نگر 0194-2311478

اِنتساب

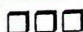
ہر صبح چند آیاتِ قرآنی
اُن کے
پورے مفہوم اور تفسیر کے ساتھ
پڑھنے والوں
کے نام

ایک تنبیہہ ایک تشخیص

سخت باریک ہیں امراضِ اُمم کے اسباب
کھول کے کہیے تو کرتا ہے بیان کوتاہی
دینِ شیری میں غلاموں کے اِمام اور شیوخ
دیکھتے ہیں فقط اِک فلسفۂ روباہی
ہو اگر قُوّتِ فرعون کی در پردہ مُرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیمِ اللّٰہی

(فلسفۂ غلامی: ضربِ کلیم)

ترتیب



تمہید

۱

موجودہ رنگین کشمیری ثقافت کے معمارِ اعظم اور حسین و ذہین کشمیری قوم کے محسنِ مکرّم حضرت شاہِ ہمدان میر سیّد علی ہمدانی علائیؒ کے جن سدا بہار قلمی کارناموں نے صدیوں سے ساکنانِ جنت نظیر کے دِلوں اور دماغوں پر عملاً حکمرانی کی ہے اُن اِنسانیت آموز اور امن پرور کارناموں میں سے آپ کے درجنوں صوفیانہ رِسالوں کے علاوہ آپ کا پُر نُور نغمۂ توحید 'رِسالۂ اورادِ فتحیہ' آپ کا عدل آموز دفترِ سیاست 'ذخیرۃُ الملوک' اور آپ کا عارفانہ کلام 'چھل اسرار' خاص طور پر مشہور ہے۔ چالیس پُر اسرار فارسی غزلوں پر مُشتمل اُسی 'چھل اسرار' کے خاص عددی پہلو کو ملحوظِ خاطر رکھ کر میں نے 'پرتوستان'، 'تجلِستان' اور 'دید مان' نام کے تین معروف کشمیری شعری مجموعوں کے بعد اپنی چالیس اُردو غزلوں پر مُشتمل یہ چھوٹا سا مجموعہ ایک 'چھوٹے دیوان' کی شکل میں یکجا کرلیا ہے۔ اب اُسی کو 'چراغاں' نام سے منظرِ عام پر لانے کی جسارت کررہا ہوں۔ اس ذاتی اطمینان کے ساتھ کہ جس اِکتسابی زبان فارسی کو چھ سو سال تک کشمیر کی سرکاری زبان رہنے کا شرف ملا تھا اُسی فارسی میں مجھے کشمیر یونیورسٹی کے پہلے پی ایچ ڈی ہونے کا اعزاز حاصل ہوگیا ہے، البتہ فارسی کی طرح ہی میری قلبی وابستگی فارسی کی جانشین اُردو سے بھی چھ دہائیوں سے قائم ہے۔ نیز اُردو کے ساتھ میری یہ وابستگی کشمیری کی قیمت پر نہیں ہے کیونکہ خُدا کے فضل سے میں اپنی مادری زبان میں اب تک تیس کتابیں چھاپ چکا ہوں۔

اور اُن میں سے بعض کتابوں کے لیے خاص اعزازات کا سزاوار بھی گردانا گیا ہوں۔ اپنی وسیع لسانی وابستگیوں نے میرے ضمیر کو یہ اِجازت نہ دی کہ میں ایسی ساری اُردو غزلیں تلف کرنے کا اقدام کروں جو مختلف ڈائریوں میں وقتاً فوقتاً درج ہوتی رہی ہیں۔ یوں جب اپنی کشمیری غزلوں کے مقابلے میں اِن اُردو غزلوں کو قدرے مختلف اور ثانوی درجے کی سمجھنے والے اپنے اندر بیٹھے ہوئے ناقد نے ان کی اشاعت کے لیے حامی بھرلی تو اُدھیڑ بُن سے فارغ ہو کر میں نے آخر یہ فیصلہ کر ہی لیا کہ مُشتے نمونہ از خروارے میں اپنے موحدانہ عقیدے اور انسان دوست جذبے سے معمور ایسی چالیس غزلیں چُننے کا ارتکاب کرلوں جو ردیف وار درج ہوسکیں۔ یہ بھی خیال آیا کہ اِن غزلوں کے لیے دیوانِ غالب کی ابجدی ترتیب کو ہی بالِ ہُما تصوّر کرنا پڑے گا، چنانچہ اُسی ترتیب سے اِس چھوٹے سے مجموعے کو اشاعت کے لیے بھیجنے کا ارادہ کرلیا البتہ یہ بھی ضروری سمجھا کہ اِن غزلوں کے بارے میں چند مقتدر ریاستی ادیبوں میں شامل تینوں پیڑیوں کے نمایندوں کی آراء بھی جان لوں تاکہ اُن سے حاصل ہونے والے ناقدانہ اِظہارات اور صائب آرا کے چند اقتباسات کو میں اپنی اس حقیر پیشکش کے لیے ماتھے کا جھومر بنا سکوں ایسا جھومر جو سچے اُردو دوست قارئین کے لیے اس تہذیبی یلغار کے دور میں ایک گُونہ تحفۂ تسکین بن سکے گا۔ اِنشاءاللہ المستعان

اب آپ میرے دردوسوز کے آئینہ دار اشعار پر غور فرمانے سے پہلے اس کتاب کے ماتھے کا جھومر قرار دیا گیا وہ مخلصانہ اظہارِ خیال بھی غور سے پڑھیے جو ریاست کی تین یونیورسٹیوں کے اُردو سربراہوں اور ادبِ عالیہ کے تین دیگر قدردانوں کے حوالے سے اگلے صفحات پر درج ہے۔ مرغوب

ناقدانہ اِظہارِ خیال

I. پروفیسر مرغوبؔ بانہالی کا شعری مجموعہ

ہبوطِ آدم کے بعد ابنِ آدم اپنے طویل اور پیچیدہ تاریخی سفر میں مختلف النوع اور متضاد حالات و واقعات سے گُزرتے ہوئے عہدِ حاضر تک آیا ہے اور آج کا انسان شعوری اور لاشعوری طور پر اُن کو ورثے میں پاتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اِن میں وہ گِنے چُنے افراد ہی ہیں جو اُن کی بازیافت کی آگہی سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اُن گِنے چُنے افراد میں ایک حساس اور صاحبِ فکر ونظر شاعر بھی شامل ہوتا ہے وہ لاشعوری وقوعات کا احساس کرتا ہے اور اِظہار کی بے پایاں خواہش سے دوچار ہوتا ہے۔ بقولِ غالبؔ

ما نہ بُودیم بہ ایں مرتبہ راضی غالبؔ
شعر خود خواہش آں کرد کہ گردد فنِ ما

یہ بات خوش آئند ہے کہ کشمیری زبان کے معروف اور مُنفرد شاعر پروفیسر مرغوب بانہالی بھی اُن میں شامل ہیں۔ اُنہوں نے اُردو میں جو اشعار لکھے ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنہوں نے مختلف النوع اور بُنیادی لاشعوری تجربات سے اپنی شخصیت کو متمتع کیا ہے۔ وہ خاص طور پر دنیا میں خیر وشر کی آویزشوں کا اِدراک رکھتے ہیں...... مرغوؔب صاحب کا مجموعہ کلام 'چراغاں' ان کی تاریخی، معاشرتی اور اخلاقی علم وخبر کی آئینہ داری کرتا ہے۔ یہ ایک بسیار

پہلو شخصیت ہے۔ اِس کا نمایاں پہلو مذہبیات اور اخلاقیات ہے۔ جو دین و دُنیا کی اقدارِ اعلیٰ (جن کی نمائندگی بقولِ شاعر قرآن اور رسول اللہ ﷺ کرتے ہیں) سے تشکیل پاتی ہے۔ اِس مختصر سے مجموعۂ کلام میں ایسے اشعار بھی مِلتے ہیں جو اُن کی شخصی دروں بینی، رمزیت اور قلبی سوز و گداز کا احساس دِلاتے ہیں۔

چند اشعار دیکھیے جو انفرادی طور پر اپنی تخلیقی حیثیت کو منواتے ہیں:

؎ پوری بستی پہ ہُو کا عالم ہے
ایسا کہدو یہاں ہُوا ہے کیا؟

؎ اُس کے آثار سب ہی ظاہر ہیں
گر قیامت ابھی بپا نہ ہوئی!

؎ اُن کی خواہش سے جو گری ہم پر!
کیسے بھولیں وہ برقِ خرمن سوز؟

؎ چُپ یہاں کا ہر اک بشر کیوں ہے؟
جُرم یاں سچ کی ہر نوا ہے کیا؟

شاعر کے دِل کو معنوی آتش فشاں کہو
ہر ہر نفس ہے آتشیں اُس بیقرار کا!

☆☆☆

پروفیسر حامدی کاشمیری

(سابقہ سربراہ شعبۂ اُردو و وائس چانسلر کشمیر یونیورسٹی)

II. اللہ کرے............

پروفیسر مرغوبؔ بانہالی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ فارسی اور کشمیری زبانوں میں تو مہارت تامہ رکھتے ہی ہیں، اُردو میں بھی آپ کا شمار ریاست کے صفِ اول کے دانشوروں اور ادیبوں میں ہوتا ہے۔ کشمیری زبان کے شاعر، محقق اور نقاد کی حیثیت سے تو ملکی سطح پر بھی آپ کی خدمات کو سراہا گیا ہے۔ چنانچہ متذکرہ بالا زبانوں کی کوئی بھی ادبی تاریخ آپ کی خدمات سے چشم پوشی نہیں کر سکتی۔

آپ کی سدا بہار اور بُوقلموں شخصیت، نیز فارسی و کشمیری زبانوں میں ادبی خدمات کے بارے میں تو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، جس کو یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ سرِ دست ہمیں یہاں آپ کی اُن چالیس منتخب اُردو غزلوں کے بارے میں بات کرنا ہے جو ایک مختصر دیوان کی صورت میں جلد ہی اشاعت کی منزل سے گزرنے والا ہے اور یہ چونکہ ایک انتخاب ہے اِس لیے قوی اِمکان ہے کہ اِس میں ہمیں اُن کی شعری کائنات کی کئی وادیوں کی سیر کرنے کا موقع ملے گا۔ آیئے اِس ہزار شیوہ اور دبیز شخصیت کی پرتوں کو ایک ایک کر کے اُٹھاتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ وہاں کون کون سے مناظر ہماری ضیافتِ طبع کے سامان لیے منتظر ہیں۔

تمہید کے طور پر یہاں یہ کہہ دینا بھی بے جا نہیں ہے کہ غزل کو اگر ایک طرف اُردو زبان کی آبرو قرار دیا گیا ہے تو دوسری طرف اُسے گردن زدنی بھی گردانا گیا ہے۔ ایک طرف اگر اُسے انسانی وجود کا علامیہ سمجھا گیا ہے تو دوسری طرف مخربِ اخلاق بدعت بھی۔ مرغوبؔ صاحب کی یہ غزلیں کس زمرے میں جگہ پاتی ہیں اِس کا فیصلہ غزلوں کو دیکھنے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔ ہاں البتہ اتنی بات ضرور کہی جا سکتی

ہے کہ یہ غزلیں چونکہ کشمیر کے موجودہ خونیں پس منظر میں کہی گئی ہیں اِس لیے اُس کے چھینٹے یہاں پر ضرور دیکھنے کو ملیں گے۔

اِن غزلوں کا مطالعہ مجموعی اعتبار سے ہمیں سب سے پہلے جس تاثر سے ہمکنار کرتا ہے وہ ایک ایسے شاعر کا تاثر ہے جو اُردو کے روایتی شاعر سے قدرے مختلف ہے۔ اُردو کی غزلیہ شاعری میں ہم خصوصاً جس روایتی شاعر سے متعارف ہوتے ہیں وہ ایک باغی، مُلحد اور ایسے شاکی کردار کا مالک ہے جو زندگی اور خدا دونوں سے بے زار نظر آتا ہے۔ جو سادیت پسند اور قنوطی ہے۔ قدم قدم پر وہ خود ہی اپنے وجود کو لہولہان کرتا نظر آتا ہے۔ لیکن یہاں ان غزلوں میں، خصوصاً ابتدائی نعتیہ وحمدیہ غزلوں میں ہم ایک ایسے شاعر سے ملتے ہیں جو صابر وشاکر ہی نہیں خُدا اور اُس کے احکامات کا سختی سے پابند بھی ہے۔ جو نامساعد حالات سے گزرتے ہوئے بھی اُس سے شکوہ یا گلہ نہیں کرتا بلکہ بڑی انکساری سے ممنونیت کا اِظہار کرتے ہوئے یوں گویا ہوتا ہے ۔

مری کھیتی پہ ہر سوکھے میں برسے ہے تری بارش!
مجھے مر مر کے زندہ بھیج کر ابرِ سخا رکھا

چراغِ زیست زد میں آندھیوں کے یوں رہا ہر دم
مگر پیہم اُسے فانوسِ رحمت نے بچا رکھا

اُنھیں اُس کی وحدانیت پر پورا یقین ہے:

متاعِ ناز ہے مرغوبؔ کو توحید کا جذبہ
کرم سے کنجِ خلوت اُس کا تو نے پُر ضیا رکھا

ہے تجھے مرغوبؔ یہ راسخ عقیدہ فضلِ رب
دفترِ توحیدِ خالص ہے ترا قلب و نظر

اُن کی شخصیت اپنے دین کی برکتوں سے اِس قدر سرشار ہے کہ وہ قدم قدم پر اُن اسلاف کے کارناموں کا ذکر کرتی ہے جنھوں نے عالمِ انسانیت کو ایک نئے انقلاب سے آشنا کر کے زندگی کے حقیقی آداب سے متعارف کرایا ہے: ؎

آخری منصب نبوت کا عطا جس کو ہُوا
وہ حیاتِ بشریہ کی ہر ادا سُلجھا گیا
ترک کر کے شرکِ زرتشتی و شرکِ عیسوی
تجھ کو بھی مرغوبِ سلمانؓ راستہ دکھلا گیا

رسولِ اکرم ﷺ نے قوم کی تربیت کے لیے جو مصائب اُٹھائے اور لا مثال کردار کا جو نمونہ پیش کیا اُس کا جس حُسن و خوبی سے ابتدائی نعتیہ غزلوں میں بیان ہُوا ہے اُس سے قاری متاثر ہوئے بِنا نہیں رہتا:

کَر و فَر بادشاہوں کا گِرا برگِ خزاں بن کر
غلاموں کو چھُڑانے جب وہ شاہِ خوش خرام آیا
کہاں تک بد زباں بُڑھیا کی گٹھڑی آپ ﷺ نے ڈھولی !
وہ عالی ظرف کیسے کیسے کم ظرفوں کے کام آیا !
دِلِ ناداں اُسی کی پیروی ابدی سعادت ہے
جہاں میں عدل کرنے کے لیے جس کا نظام آیا !

جن کو سینچا تھا مدینہ میں سب ہی اصحاب نے
دے دیا اسلام کو ہے اُن ہی قدروں نے وقار

یاں زمیں پر سایۂ رحمت وہی بے سایہ ہیں
ضامنِ امن و سکوں ہے دہر کو جن کا شعار

حُبِّ یتیم اِک سند حُبِّ نبیؐ کی ہے
تصدیق اِس کی آئی ہے دُرِّ یتیم سے
اصحاب سے ایثار و مُروّت کا عمل سیکھ
ایسا عمل بچاؤ ہے نارِ جہیم سے
آلِ رسولؐ حکمت و دانش کی لاج ہیں
حکمت ملی ہے اُن کو فُرقانِ حکیم سے

ابتدائی کچھ غزلوں کے بعد مرغوب کی لَے یک لخت بدل جاتی ہے۔ اب وہ اپنے دور اور اپنی بستی کی اُس خونین داستان کو رقم کرنا شروع کرتے ہیں جو اُس بد نصیب قوم کی کہانی ہے جس کو خود اُس کے اپنے بہی خواہوں، اپنے جعفروں صادقوں نے ہی اپنے چھوٹے مفادات کی خاطر نیلام کر دیا ہے اور کر رہے ہیں۔ دیکھیے اُس بد نصیب کی روداد کو وہ کس طرح رقم کرتے ہیں۔

شاعر کے دل کو معنوی آتش فشاں کہو!
ہر ہر نفس ہے آتشیں اُس بیقرار کا!

سہتی رہی ہے بجلیاں ہر گھر کی شاخِ گل!
گلشن منائے سوگ بھی کس کس نگار کا!

کشمیر نے جھیلے ہیں کتنے درد شبرنگی!
یارا نہیں اک فرد کو اُن کے شمار کا!

آج بھی اپنوں کو خطرہ جعفر و صادق سے ہے
حیف ہے اغیار کا خود کو بناتے ہیں وہ داس

بیچ کر ملت کو پہنچاتا ہے جو ملت فروش
وہ زیاں مہلک ہے کتنا ؟ ہو نہیں سکتا قیاس

شاطروں کی شعبدہ بازی چلے گی کب تلک
جن سے حق چھینا گیا کب تک رہیں گے وہ خموش
جو سیاست عہد شکنی کر کے اِستیلا بنی
سادہ لوحوں کو بنے گی کب تلک وہ بارِ دوش

اب اُن کی نگاہِ پُرنم اُن لوحوں کا طواف کرتی اور اُن جیالوں کے حوصلوں کو سلام کرتی ہے جن کے نام سے اگر چہ کوئی واقف نہیں پر جنہوں نے اپنے قومی مقاصد کی خاطر ہنستے ہنستے نارِ نمرود میں چھلانگ لگا دی:

شُہداء کی لوحوں سے ورے گُمنام ہیں قبریں
ہر داغ ہے تفسیر طلب لالہ زار کا

اُن کی بستی پر برسوں سے جو خونیں بادل چھائے ہوئے ہیں وہ چھٹتے کیوں نہیں ۔ یہ سوچ کر اُن کا دل آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے ۔ روشنی کی کوئی کرن اُن اندھیاروں کو چیرتی کیوں نہیں جو صرف زمین کو ہی نہیں انسانوں کے دلوں کو بھی مفلوج کیے جا رہے ہیں۔ کسی قوم کا امتحان اِس قدر طویل بھی ہو سکتا ہے یہ سوچ کر وہ کُڑھتے ہی نہیں حیران بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے سوال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یاں ہر اِک سے خدا خفا ہے کیا؟
جب ہی ہر آہ نارسا ہے کیا؟
چُپ یہاں کا ہر اِک بشر کیوں ہے؟
جُرم یاں سچ کی ہر نوا ہے کیا؟

پُوری بستی پہ ہُو کا عالم ہے!
ایسا کہہ دو یہاں ہُوا ہے کیا؟
بیچ کھایا ہے کس نے یوسفؑ کو
ہوئی یعقوبؑ سے دغا ہے کیا؟
چاہ میں گر کے چیختا ہے کون؟
کوئی سُن لو بتا رہا ہے کیا؟

اور پھر غاصبوں کی دوگلی حکمتِ عملی پر چوٹ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

اُن کا مرغوبؔ تو اہنسا دیکھ
اُس سے خونریز تر جفا ہے کیا؟

صرف یہی غزل نہیں، اُن کی متعدد دوسری غزلیں بھی اسی نوحے کی بولتی تصویر ہیں۔ بستی کے عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم کی روداد ہونے کے باوجود وہ کیوں بے اثر لگتی ہے۔ اقوامِ عالم کیوں مہر بہ لب ہیں۔ انسانی حقوق کا دعویٰ کرنے والی قومیں اور عالمی تنظیمیں کیوں یہ سب کچھ دیکھتی اور سنتی ہیں پر کچھ کرتی یا کہتی نہیں۔ اُنھیں اُن کے اِس دوہرے رویے پر افسوس ہوتا ہے۔ لیکن اُنھیں اِس بات کا بھی احساس ہے کہ قوم پر جو مظالم ہو رہے ہیں بہت حد تک اُس کے ذمے دار خود اُن کے اپنے لوگ ہیں جو غیروں کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں۔ دیکھیے اُن کی چالوں کو وہ کس طرح بے نقاب کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

مرغوبؔ یہ بھی قاتلوں کے زر خرید ہیں
تم ایسے منصفوں سے نہ کرنا کبھی فریاد

یہ حریصِ آبِ خوش مہماں تری وادی کے ہیں
ہاں مگر تیری نگاہوں سے نہاں ہیں اُن کے خواب

کہہ رہا ہے مرکز اپنے مسخروں کو دوٗر سے
کھیل کے دوراں ہی کرنا تم جوئے کا ارتکاب

گرچہ کچھ کچھ پہلگامی گڈریے خود دار ہیں
تم طریقے سے اُنھیں دے سکتے ہو دوگنی شراب
جب تک ایماں بیچنے پہ یہ سبھی مائل نہ ہوں
تب تک اُن پر کفر کے منتر نہ ہوں گے کامیاب

اِس ساری روداد کو بیان کرنے کے باوجود وہ مایوس نہیں ہوتے اور امید کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتے۔

ہر کسی ظلمت پہ آخر غالب آ جاتا ہے نوٗر
کام میں لاتا نہیں انساں یہ تاریخی شعوٗر
ظالموں کا ظلم دعوت ہے خدائی قہر کو
غرقِ عبرت ناک بن جاتا ہے فرعونی غروٗر

مرغوبؔ نے ریاست میں پھیلی ہوئی متعدد سیاسی، سماجی بُرائیوں پر قلم اُٹھایا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اُن کی غزلوں کا معتد بہ حصہ اُنھیں کے بیان میں صرف ہوا ہے تو بے جا نہیں ہے۔ وہ چاہے رشوت خوری ہو یا بے ایمانی و بددیانتی، فریب کاری ہو یا بدعہدی، کاہلی ہو یا جعل سازی، مذہبی وطبقاتی استحصال ہو یا بے انصافی و بے عدلی، طبقاتی تفریق ہو یا کثرت میں وحدت کے نام پر دغابازی، بُرے رسوم ورواج ہوں یا بدعادت واطوار، اُنہوں نے وادی میں یا پھر پوری ریاست میں بلکہ ملک میں راج کرتی ہوئی ان بدعتوں پر کھُل کر قلم اُٹھایا ہے۔ کچھ تصویریں ملاحظہ کیجیے:

میں بھی یہ کڑوی حقیقت کھول کر تم سے کہوں
رِشوتوں کا ریشیوں کی بستیوں پر اب ہے راج

اُن کی حالت اِک بڑی عبرت ہے ، اللہ سے ڈرو
جن کی فصلیں جل گئیں ہیں اُن سے کیا لوگے خراج ؟
اب تمسخر کا ہدف محنت کی روٹی ہے یہاں
ہر کسی پر بوجھ ہے اب عادلانہ کام کاج !
ہر دھرم کو بہرِ استحصال یکجا کر لیا
واہ رے اِک شیخ جی کے گھر کا رنگیں امتزاج !

وہ اچھے کلمہ خواں ہمیں بننے نہیں دیں گے
کہتے بُرے رسوم کو ہم کاش خیر باد

بن گئے بد مست ہاتھی جس حکومت کے وزیر
اُس کا ہر دفتر ہے راشی ، اُس کا ہر گھر بادہ نوش

سونپی ہے مرغوبؔ جو اپنے ہی زعماء نے ہمیں
ایسی وحدت سوز عِلت کا نہیں آسان علاج

اِن سبھی علتوں کا مرغوبؔ کی نظر میں صرف ایک ہی علاج ہے کہ فرزندانِ قوم کو نہ صرف خوابِ خرگوش سے جگایا جائے بلکہ یہ احساس بھی دلایا جائے کہ ایک ایسا زہر اُن کی رگوں میں سرایت کیا جا رہا ہے جو اُن کے ذاتی ہی نہیں قومی وجود کو بھی صفحہ ہستی سے مٹا دے گا:

اے ہوا ! للکار اُن کے جوش کو
رہنِ خاکستر ہے انگاروں کی سوچ

ملّی شعور اہلِ دیں میں ہو گا پھر بحال
اِک زلزلہ مٹائے گا جب مسلکی عناد

یہ سب وظیفہ خوار عناصر کی دین ہے
ہر دور میں ہیں بھِک منگے ہی باعثِ فساد

وائے محرومی کہ ہم نے وہ روایت چھوڑ دی
جس کو قائم کر چکی تھی چشمِ حق بینِ خلیلؑ

لیکن یزیدوں اور جعفروں صادقوں سے بھری بستی میں یہ ہوگا کیسے اور کیوں کر؟ چنانچہ مرغوب خود ہی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِک صیقلِ خمینی سے غائب وہ ہو گیا
ایرانیوں کے دل میں پھر اُبھرا تھا کیقباد

یوسفِ گم گشتہ کی مرغوب دیکھ
تک رہے ہیں راہ کب سے بام و در !

مرغوبؔ صرف ریاستی و ملکی حالات پر نگاہ نہیں رکھتے، عالمِ اسلام کی مجموعی صورتِ حال پر بھی اُن کی نظر ہے۔ اُنھیں یہ بات رہ رہ کر پریشان کرتی ہے کہ دینی و دنیوی دولت سے مالا مال ہونے کے باوجود دُنیائے اسلام کیوں اقوامِ عالم میں اپنا کھویا ہُوا مقام اور وقار حاصل نہیں کر پا رہی ہے۔ پورے عالمِ اسلام میں کیوں کہرام بپا ہے:

کیوں تنزّل اپنا عالم گیر ہے ؟ مرغوب سوچ
سارے مسلم سربراہوں کی رعیّت ہے اُداس

لیکن اس کے باوجود وہ مایوس نہیں ہوتے۔ اُنھیں ایک نئے سورج کے طلوع ہونے کا انتظار ہے۔ اس لیے فرماتے ہیں:

اِک نیا دورِ خلافت ہونے والا ہے شروع!
اب ہو عیسیٰؑ اُمتی بن کر فلسطیں سے طلوع !
ہوگی اصلاحِ عقیدہ قرنِ اول کی طرح
نوُرِ ایماں سے مزّین ہوں گے پھر اہلِ رکوع !
مُشرکوں کی ساری خرمستی مُبدّل ہوگی جب
فاتحِ عالم بنے گا پھر سے خشوع و خضوع

مرغوبؔ کے یہاں کچھ دوسرے اخلاقی، اصلاحی اور انسانی موضوعات نے بھی موٴثر انداز میں جگہ پائی ہے۔ اُن کا تعلق اُن کلاسیکی اقدار سے ہے جو صدیوں سے ہماری بیش قیمت میراث رہی ہیں۔ کچھ اشعار ملاحظہ فرمایئے:

چمکیلے مکانوں کے مکیں واں کریں گے کیا ؟
روشن کسی کا موت کی وادی میں گھر نہیں !
یاں پھوُلتے ہو ہمقدم گُمراہوں کے بن کر
اُس پُل پہ ملنے والا کوئی ہم سفر نہیں
ہیں ربّ کے عطیات بھی انصاف پر مبنی
قد مل گیا سفیدے کو لیکن ثمر نہیں

پاک رشتوں کے تئیں حق جو ادا کرتے نہیں
صلۂ رحمی سے کٹ کر وہ سدا ہیں سرنگوں

شعورِ آدمیت جس کو مل جاتا ہے ورثے میں
وہ آدم زاد پھیلاتا ہے سُکھ کی روشنی ہر سوُ
بے وسیلوں کے کام آنے سے
آدمی با وقار بنتا ہے

غزل کا روایتی موضوع حُسن وعشق کا بیان ہے۔ مرغوبؔ کے کلام میں اِس قسم کے اشعار نہ ہونے کے برابر ہیں۔ پھر بھی جہاں کوئی ایسا نکتہ بیان ہوا ہے خوب ہوا ہے، کچھ اشعار ملاحظہ کیجیے:

عشق میں ثابت قدم رہ کر ہی ملتا ہے مقام
حُسن بھی ہوتا نہیں یونہی کسی پر مہربان

وہ سفر یادگار بنتا ہے ہم قدم جس میں یار بنتا ہے
غم کا ہر زخم بھرنے لگتا ہے حُسن جب غم گسار بنتا ہے
پتھروں سے نکلتے ہیں چشمے پختہ جب انتظار بنتا ہے

میرا دل کیسے میرے پاس رہے ہر ادا تیری دِلبرانہ ہے

مرغوبؔ کے ہاں ایسے شعر بھی ہیں جو نسائیت، فنِ شاعری اور شاعرانہ تعلی سے متعلق اُن کے نظریات کی نشاندہی کرتے ہیں ملاحظہ کیجیے:

فن:

حُسنِ الفاظ میں ہو فکر بلند عظمتِ فن کا ہے یہی اِک راز
جو بحرِ تنفّس گر، غوّاصی بھی سیکھے گا دیں گے اُسی کو زیب گوہر جوئی کے اہداف

مرغوبؔ یہ باطل سرا شعراء کے چیلے ہیں
دے دعوتِ حق اِن کو تو عزمِ صمیم سے

نسائیت: اپنے ہاں دختر کشی پر جو نہ کرلیں احتجاج
ننگِ ملت ہیں یقیناً آج وہ غیرت فروش

تعلی: کیوں معاصر غزل سراؤں میں
لوگ مرغوبؔ کو کہیں ممتاز

ہیں یہ سب مدنی گلابوں کی صداقت سے بھرے
جب ہی ہے مرغوبؔ کے شعروں کی خوشبو جاوداں

جہاں تک مرغوبؔ کی شعری لغت کا تعلق ہے وہ کلاسیکی رنگ وآہنگ کی حامل ہے۔ اُنہوں نے کچھ ایسے الفاظ بھی برتے ہیں جواب متروک ہو چکے ہیں۔ مثلاً یاں، واں، تلک وغیرہ:

واں کی مسافت کیسے ہو طے؟
زادِ سفر محنت سے جٹانا

یاں ہر اِک سے خدا خفا ہے کیا؟
جب ہی ہر آہ نا رسا ہے کیا؟

جو سیاست عہد شکنی کر کے استیلا بنی
سادہ لوحوں کو بنے گی کب تلک وہ بارِ دوش

مجھے امید ہے کہ مرغوبؔ صاحب کے اُردو کلام کا یہ اولیں مجموعہ بھی اُن کی دوسری متعدد کتابوں کی طرح ریاست کے اُردو اُفق پر اُبھرنے والے کسی نئے ستارے کی طرح قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ دُعا گو ہوں کہ:

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

پروفیسر ظہور الدین
(سابقہ سربراہ شعبۂ اُردو، جموں یونیورسٹی)



III. مرغوبؔ بانہالی کی پاکیزہ شاعری کا 'چراغاں'

ایک سے زائد زبانوں کی شعریات کی آگہی کسی قلم کار کے تخلیقی شعور میں کتنی زرخیزی اور کیسی ہمہ جہتی پیدا کرسکتی ہے اِس کا مشاہدہ پروفیسر مرغوب بانہالی کے شعری مجموعے 'چراغاں' میں بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

مرغوب بانہالیؔ، فارسی، کشمیری اور اُردو کے مانے ہوئے استاد، شاعر، محقق اور نقاد ہیں لیکن دوسرے کئی معتبر قلم کاروں کی طرح مرغوب بانہالی کے انفراد و امتیازات کا اعتراف بھی اس پیمانے پر نہیں کیا جاسکا۔ جس کے وہ حقدار ہیں اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ دنیائے ادب میں تخلیقی فنکار جتنے نرم خو ہوتے ہیں محتسب اور ناقدین عام طور پر اتنے ہی سخت دل اور تنگ نظر ہوتے ہیں، دوسری جانب مرغوب بانہالی چونکہ خود عہدِ رفتہ کی تہذیبی اور اخلاقی قدروں کے امین ہیں، سادہ لوحی اور انکساری اُن کی شخصیت میں بھی ہے اور تحریروں میں بھی۔ اس لیے انہوں نے نام و نمود اور انعام واکرام کے لیے کبھی کسی طرح کی ریشہ دوانی، مصلحت پسندی اور موقع پرستی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ انہوں نے شرافت اور مروت میں کئی چھوٹے لکھنے والوں کے سروں پر فضیلتوں کے دستار تو بندھوائے لیکن کبھی خود اپنے لیے کسی کے آگے کاسۂ گدائی نہیں پھیلایا۔

مرغوب بانہالی جو کچھ بھی ہیں اپنے بل بوتے پر ہیں لیکن اب وقت آگیا ہے کہ فارسی، کشمیری اور اُردو میں بھی اُن کی ادبی علمی اور لسانی خدمات کا اعتراف کیا جائے۔

مرغوبؔ بانہالی کا تازہ ترین کارنامہ اُن کی اُردو غزلیات کا مجموعہ 'چراغاں' ہے۔ چالیس غزلوں کا یہ مختصر دیوان، مرغوب بانہالی کے سچے جذبات واحساسات کا ترجمان ہے۔

مرغوب بانہالی نے اسے غزلوں کا مجموعہ کہا ہے اور یہ غلط بھی نہیں لیکن غزل کی شعریات کو ذہن میں رکھ کر چراغاں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ مذہبیت کے وفور، کشمیر کی تاریخ اور عصری حالات کے گہرے شعور کے سبب مرغوب بانہالی کی اکثر غزلوں پر 'نظمیت' غالب آگئی ہے۔

سو طرح کہہ کر بھی جیسے کچھ نہیں کہتی حیات
عاقبت اندیش بنواتے ہیں کِن کو
ہر عمل مرغوبؔ اُسی میں پائے گا پورا صِلہ
دائمی ہوگی وہاں جو زندگی بعد از ممات !

ہر کسی ظلمت پہ آخر غالب آ جاتا ہے نوُر
کام میں لاتا نہیں انساں یہ تاریخی شعوُر

شہہ بصیرت سرمۂ قرآں سے اُن کو مِل گئی
اہلِ ایماں حشر کے دن کو کبھی سمجھے نہ دور

خوش نصیبوں میں جگہ پاتا ہے وہ نادم بشر
جس پہ ہو جاتے علالت میں نبیؐ ہیں جلوہ گر

حق نما عینک مجھے ہر سوُ رتِ قرآں بنی
سرمۂ سیرت سے میری آنکھ میں سُلجھی نظر

اِس طرح کے اشعار مرغوب بانہالی کی غزلوں میں تقدس اور ایمانی وایقانی جذبوں کو فروغ دیتے ہیں، لیکن اس میں روایتی معنوں میں تغزل کی وہ کیفیت نہیں ہے جو غزل کی صنفی شناخت کی بنیاد ہے، البتہ اگر مرغوب بانہالی کی اُن غزلوں پر شاہ ہمدانؒ اور علامہ اقبالؒ کی غزلوں کو ذہن میں رکھ کر غور کریں تو پھر اُنہیں مملکتِ

غزل میں شامل کرنے میں کسی کو اعتراض بھی نہیں ہونا چاہیے۔ نعتیہ اور حمدیہ غزل گوئی کی روایت فارسی اور اُردو میں کوئی نئی چیز نہیں۔ البتہ کنگھی چوٹی اور زُلف و رُخسار جیسے موضوعات پر لکھی ہوئی غزلوں کو نہ تو میر تقی میرؔ نے پسند کیا تھا نہ حالیؔ نے، اور علامہ اقبالؒ نے تو اپنی غزلوں میں پاکیزہ اور تعمیری مضامین بیان کر کے یہ ثابت بھی کر دیا تھا کہ عصری تقاضوں کی روشنی میں غزل کو کس طرح پُر وقار اور زندگی و زمانہ ساز بنایا جا سکتا ہے۔ اِس اعتبار سے مرغوب بانہالی کی غزلوں کو، غزل کے عام مزاج کی تشکیل جدید کے زمرے میں رکھا جا سکتا ہے۔ ویسے تغزل سے بھرپور جو اشعار چراغاں کی غزلوں میں ملتے ہیں وہ بھی عشقِ حقیقی اور حُسنِ ازلی سے مرغوب بانہالی کی قلبی نسبت کے ہی زائیدہ ثابت ہوتے ہیں۔

عشق میں ثابت قدم رہ کر ہی ملتا ہے مقام
حُسن بھی ہوتا نہیں یونہی کسی پر مہربان

ذکرِ جمال یار ہے اِک غزلِ مستزاد
جس میں بغیر اس کے کچھ آتا نہیں ہے یاد

جب سے لب پر ترا ترانہ ہے
تب سے ہم پر خفا زمانہ ہے

میرا دل کیسے میرے پاس رہے
ہر ادا تیری دِلبرانہ ہے

مرغوب بانہالی کی کشمیری شاعری کی طرح اُردو شاعری میں بھی کشمیر کی عصری صورتِ حال اور کشمیر میں کئی دہائیوں سے جاری قتل و غارت گری اور اہلِ کشمیر کے درد و کرب کا بیان بڑے ہی پُر تاثیر انداز میں ہوا ہے

یاں ہر اِک سے خدا خفا ہے کیا؟
جب ہی ہر آہ نا رسا ہے کیا؟
پوری بستی پہ ہُو کا عالم ہے
کوئی کہہ دو یہاں ہُوا ہے کیا؟

ظالموں کا ظلم دعوت ہے خدائی قہر کو
غرقِ عبرتناک بن جاتا ہے فرعونی غرور

’چراغاں‘ میں مرغوب بانہالی نے کشمیر کے اساطیری اور اسلامی واقعات اور کرداروں کے حوالے سے بڑے ہی معنی خیز اور تہہ دار اشعار پیش کیے ہیں۔ مثلاً:

لِدّر کے پانی سے ریشؔی نے کیا بس اِک خطاب
رہنِ دوناں تو نہ رکھ اپنا یہ پاکیزہ شباب

۳۷ر کتابوں کے مصنف کشمیر کے بزرگ اہلِ قلم پروفیسر مرغوب بانہالی نے کلام پاک، سیرتِ رسول پاک ﷺ اور بزرگانِ دین کی شخصیات اور کارناموں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی تازہ ترین تصنیف ’چراغاں‘ میں عام اور فرسودہ روایات سے ہٹ کر جو غزلیں پیش کی ہیں، اُن کے بارے میں مرغوب بانہالؔی کی زبان میں ہی کہا جا سکتا ہے کہ:

رغبتِ کردار سازی ہے غزل مرغوبؔ کی
رومیؔ و سعدیؔ کا فیضاں ہے بلا شک پائدار



پروفیسر قدوس جاوید
صدر: شعبہ اُردو، سینٹرل یونیورسٹی آف کشمیر

IV. محسوسات

پروفیسر مرغوبؔ بانہالی کو میں نے جب بھی دیکھا یا سوچا ہے، ایک ملکوتی فضا میں ایمانی صفات کا روشن پیکر میری نگاہوں میں رچ بس گیا ہے، اور یہ احساس و تأثر آج کا نہیں، برسوں سے ہے۔ وہ اپنی رفتار و گفتار میں دھیمے پن اور بالمشافہہ ملاقات میں پُر خلوص نرم لہجے کے اعتبار سے ہمیشہ ممتاز و منفرد نظر آئے۔ نعت و منقبت کی محفلوں، حُسینی مشاعروں اور ادبی مذاکروں میں شرکت کا باوقار انداز اور بیشتر مواقع پر صدارت کے فرایض کا سنجیدہ سلیقہ بس اُن ہی کا مخصوص حصّہ رہا ہے۔ وہ صفات کی رُو سے اپنی پاکیزہ طبیعت اور متوارث شرافت کے مَظہر ہیں اور اُن کے عالمانہ شعور، زاہدانہ فکر اور عاجزانہ رویّے سے یہ بھی مستخرج ہوتا ہے کہ حضرت ختمی مرتبت سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت و اطاعت میں وہ اسوۂ حسنہ اور صفات حمیدہ کو اپنی شخصیت سے اتنا متصل و منسلک کیے ہوئے ہیں کہ اُن کے اعمال و افعال کا دوسرا نام محض ایمان و اخلاص بھی رکھا جا سکتا ہے۔

ایمان و اخلاص کا یہ رچا ہوا وصف اُن کی شاعری میں اتنا واضح اور نمایاں ہے کہ بین السّطور میں ایک نورانی لہر بھی قاری کی بصیرت کا امتحان لیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

پروفیسر موصوف کی شاہراہِ فکر پر غمِ جاناں کا گُزر شاذ و نادر ہی ہوا ہے۔ البتہ غمِ دوراں کا احساس و ادراک، اپنے شعروں میں ظاہر کرتے ہوئے زیورِ اخلاص سے آراستہ کرنے میں اُنھوں نے کبھی کسی تصنّع سے کام نہیں لیا اور بڑی صفائی اور بیباکی سے اپنے عقیدے اور عقیدت کی بات کہہ دی ہے:

بُرا ہوا اُن لیڑروں کا جنھوں نے محل بنوا کر
غریبوں کے لہو کا نام ہے ، فضلِ خدا رکھا

وقت کے تاریک موڑوں کی ہلاکت خیزیو
تم پہ روشن کیوں نہ پہلے ہو سکی راہِ نجات

میں بھی یہ کڑوی حقیقت کھول کر تم سے کہوں
رشوتوں کا ریشیوں کی بستیوں پر اب ہے راج

بن گئے بد مست ہاتھی جس حکومت کے وزیر
اُس کا ہر دفتر ہے راشی ، اُس کا ہر گھر بادہ نوش

کیوں تنزل اپنا عالمگیر ہے مرغوبؔ آج
سارے مسلم سربراہوں کی رعیّت ہے اُداس

پروفیسر مرغوبؔ بانہالی کشمیر کی دانش گاہِ عظمیٰ میں طویل مدت تک تدریسی فرایض انجام دے چکے ہیں یُوں اُنھیں پیچیدہ موضوعات پر مشتمل مشکل مضامین کی گرہ کُشائی اور اظہار کی مہارت ہے، نیز کشمیری، اُردو، انگریزی، پنجابی، فارسی، عربی جیسی معروف زبانوں پر بھی دسترس حاصل ہے، اِس لیے الفاظ کی فروانی کے بَل پر اپنے مافی الضمیر کو ہر ایک ڈھنگ سے کہہ دینے میں اُنھیں کوئی تامّل نہیں ہوتا ہے بلکہ عمیق مطالعہ اور دقیق جائزہ، فکرِ شعر میں معاون بن جاتا ہے، مواد فراہم کر لینے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوتی ہے کہ پیشِ نظر موضوع کا پس منظر پہلے ہی سے اُن کے ذہن و قلب کے عرفانی نشاط و سرور سے وابستہ ہے۔ غالباً یہی وہ خاص بشارت ہے جو موضوعات میں تنوع کے باوجود اُنھیں خود آگہی اور خدا شناسی کے

نقطے پر مرتکز رکھتی ہے

تم بھی توحید سے رہے غافل
کیا یہ سب سے بڑی جفا نہ ہوئی

بے وسیلوں کے کام آنے سے
آدمی با وقار بنتا ہے

میں تو وہ خوش نصیب ہوں جس کو
غم ہی خوشیوں کا اِک خزانہ ہے

کھینچ لایا قفس میں طائر کو
کتنا ظالم یہ آب و دانہ ہے

عقل کہتی ہے ادب سیکھوں گی میں اظہار کا
عشق کہتا ہے کہ ہرگز راز کو اِفشا نہ کر

مرغوبؔ صاحب کا محبوب مشغلہ قرآن وحدیث کے تلمیحات کا عمدہ استعمال ہے جو اُن کے کلام کو استناد و استحکام بخشتا ہے اور لطف یہ کہ کفایتِ لفظی اور ایجاز و اختصار کے باوجود شعر کی کامل تفہیم میں کوئی کمی و کوتاہی محسوس ہوتی ہے نہ مفہوم کی عدم تکمیلیت کا شائبہ گزرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ سب اُن کی برسوں کی، کی ہوئی ریاضت، ہشاش بشاش فکر، معنوی ارتباط وانسلاک اور جمعیت خاطر کا ثمرہ ہے، حتیٰ کہ جب وہ عصری حقیقتیں، شعر میں ڈھالنے کی کاوش کرتے ہیں تو پورے اعتماد اور لطافتِ اسلوب کے ساتھ تلمیحات سے پیوست رکھتے ہیں، یوں اُن کا شعر، توانا لہجے میں راست مکالمہ بن جاتا ہے اور سامع یا قاری کے محسوسات پر اثر پذیری میں تیزی آجاتی ہے۔ ملاحظہ کیجیے چند اشعار:

سُنا جس نے الم نشرح کے بعد الیوم اکملت
دلوں کو خاص راحت لے کے وہ ماہِ تمام آیا

کہا الفقر فخری یوں کہ شاہنشاہ بھی لرزے
جلالِ کبریا بن کر وہ فردِ احتشام آیا

حوصلہ رکھ روح کا تیری گلا پکڑے نہ یاس
پَر نئے پا لیتی ہے لا تقنطوا پڑھنے سے آس

الیوم اکملت لکم اس وحی کا ہے اختتام
و اتممت علیکم نعمتی جو رب کا ہے حتمی کلام

اجل بھی سامنے پہونچے تو سُن لیتا ہوں لا تحزن
سدا سوئے نبیؐ جو گوشِ دل میرا ہے وا رکھا

اللہ کرے، پروفیسر مرغوب بانہالی کا یہ اُردو مجموعہ شعر 'چراغاں' روشن فکر اُردو دوستوں اور راسخ الایمان صاحبانِ دل کو مزید روشنی بہم پہونچانے کا وسیلہ بنے۔

سیّد شبیب رضوی
اندرون کاٹھی دروازہ، رعناواری، سرینگر

7. دعوتِ فکر وتدّبر

مخدومی ومکرمی پروفیسر (ڈاکٹر) مرغوبؔ بانہالی (جواستاذ الاساتذہ کے ارفع مقام سے بھی آگے گزر چکے ہیں) کے حکم کی تعمیل میں راقم ناچیز یہ چند سطور حوالۂ قرطاس کرنے پر فخر وانبساط محسوس کر رہا ہے۔

زیرِ نظر اُردو شعری مجموعہ 'چراغاں' پروفیسر صاحب کے فکری اثاثہ کے ابعاد و جہات کی پرتیں کھولتے ہوئے قاری پر یکے بعد دیگرے طبق پر طبق روشن کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ فکری اثاثہ وسرمایہ وہ ہے، جو ابدیت وآفاقیت کے سرچشموں کو تخلیق کرنے والی بے ہمتا ہستی کے عطا کردہ آئین سے مستفاد ہے۔ اِس اثاثے میں ہماری عظمتِ رفتہ کے سربستہ راز مضمر ہیں اور اِسی میں ہمارے شاندار مستقبل کی نوید بھی پوشیدہ ہے۔

'چراغاں' میں شامل ہر فن پارہ ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے۔ عظیم ادب کی یہ بڑی نشانی ہے کہ وہ قاری کو تفکّر وتدّبر پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہ وہ چیز ہوتی ہے جس کو سرسری طور ایک نظر دیکھ کر نظر انداز کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا۔ یہ وہ فکری سوغات ہے جو نظر کو وسعت عطا کرتی ہے اور دامنِ دِل کو کھینچ لیتی ہے کہ 'جا اینجا است'۔ یہ شعر دیکھیے ؎

اجل بھی سامنے پہنچے تو سُن لیتا ہوں لا تحزن
سدا سوئے نبیؐ جو گوشِ دِل میرا ہے وا رکھا

'چراغاں' میں جہاں حُسنِ شعور اور فکرِ غیور کے چراغ جا بجا روشن ہو کر قاری کے فکر ونظر کو روشن کر دیتے ہیں، وہاں اِس میں عصری آگہی اور کربِ آگہی کے محسوسات بھی موجزن ہیں۔ اپنی زمین اور اپنے لوگوں پر بیتے سنگلاخ اور دُشوار

گذار لمحاتِ زیست کے تناظر میں شاعر کا دِلِ دردمند پکار اُٹھتا ہے اور درد و کرب میں ڈوبی یہ آواز اُبھر کر سامنے آتی ہے ۔

کشمیر نے جھیلے ہیں کتنے درد شبرنگی
یارا نہیں اِک فرد کو اُن کے شُمار کا

اور جبر وقہر کے ماروں سے متعلق یہ پیش گوئی ۔

جبر سے دب جانے والوں کو نہ جانو بے خروش
سینۂ آتش فشاں میں چُپ نہ رہ پائے گا جوش !

غرض پروفیسر صاحب کی زیرِ نظر 'چہل غزلیات' پر مشتمل شعری کاوشیں متنوع مضامین و موضوعات کے ساتھ پڑھنے والے کو دعوتِ فکر دیتی ہیں۔ عجب نہیں کہ اُن کی خود منتخب کردہ چالیس غزلیات اُن کے فکر و فن، معانی و مطالب اور افکارِ تازہ سے متعلق 'چہل اسرار' ثابت ہوں، جس سے پروفیسر صاحب موصوف کی شعری و فکری کائنات کی تفہیم و تعبیر میں مدد مل سکے۔

اپنے الفاظ کو شاعرِ توحید کے اِن اشعار پر ختم کرتا ہوں ۔

روکے رکھا تھا دِل میں جو صدمہ بہار کا
اب وہ خزاں میں بن گیا شعلہ چنار کا

نہ جانے میرا فن بھی کِس خلا میں کھو گیا ہوتا
مگر تیری نوازِش نے اُسے درد آشنا رکھا

ہے تجھے مرغوبؔ یہ راسخ عقیدہ فضلِ ربّ
دفترِ توحیدِ خالص ہے ترا قلب و جگر

☆☆☆

ڈاکٹر جوہرؔ قدوسی

7. عظمتِ رفتہ کی ضیا پاشی اور مستقبل کی روشنی

فارسی اور کشمیری زبانوں کے سرکردہ ادیب، عالم اور محقق پروفیسر مرغوبؔ بانہالی کا زیرِ نظر مختصر اُردو دیوان 'چراغاں' ہر لحاظ سے اسم بامسمیٰ ہے۔ اس کی ہر کرن وحدتِ ایزدی اور عظمتِ نبویؐ کے نور کی بے مثل روشنی چہار سمت بکھیر رہی ہے۔ اِس کی ہر لَو میں صحابۂ کبارؓ اور اولیاء اللہ کا کردار و گفتار ضوفشانی کر رہا ہے۔ یہ چراغاں کشمیر کی روح اور بدن پر لگے ہوئے اُن زخموں کا ہے جو کہ اسے بے درد سیاست کاروں، بے عمل عالموں اور بدطینت اہلکاروں نے لگائے ہیں۔ اِس مجموعے میں دینِ حق کی عظمت رفتہ کی ضیا پاشی بھی ہے اور خوش آئند مستقبل کی پُر نور روشنی بھی۔

امید ہے کہ با ذوق اور باضمیر قارئین پروفیسر مرغوبؔ بانہالی کے دردمند جذبات کا والہانہ استقبال کریں گے۔

ڈاکٹر نذیرآزادؔ

۲۴؍نومبر ۲۰۱۳ء

راہ صفا ...... در پئے مُصطفیٰ

خلافِ پیمبرؐ کسے رہ گُزید
که هر گِز بمنزل نخواهد رسید
محال است سعدیؔ که راهِ صفا
تُواں رفت جُز در پئے مصطفیٰ



(عالمی شہرت والے عظیم روشن ضمیر شاعر شیخ سعدی شیرازیؒ)

ترجمہ :

"جو شخص اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی راہِ شریعت کو چھوڑ کر کسی اور کا راستہ اختیار کرے گا وہ ہدایت اور دل کے اطمینان کی منزل ہرگز پا نہ سکے گا۔ اے سعدیؔ یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لے کہ **بالکل ناممکن** ہے کسی کا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کیے بغیر وہ روشن راستہ پالینا جو تزکیۂ نفس اور باطنی صفا کا راستہ (صراطِ مستقیم) کہلاتا ہے۔"



دیوان

الف

۱

رہائی کے لیے نالاں میرا دل اے خُدا رکھا!
قفس میں ڈال کر طائیر کو یوں محوِ دُعا رکھا!

میرے سینے میں زیر و بم ترے احساں کا جاری ہے
مری سانسوں میں ہر حیرت کو تو نے پَر کُشا رکھا!

نہ جانے میرا فن بھی کس خلا میں کھو گیا ہوتا!
مگر تیری نوازِش نے اِسے درد آشنا رکھا!

ترے ہی لُطف سے آدابِ اُلفت میں نے اپنائے
جہانِ لفظ و معنی میں بجُز اُلفت ہے کیا رکھا!

مری کھیتی پہ ہر سوکھے میں برسے ہے تری بارش!
مجُھے مر مر کے زِندہ بھیج کر ابرِ سخا رکھا!

اجل بھی سامنے پہنچے تو سُن لیتا ہوں 'لا تحزن'[1]
سدا سوئے نبیؐ جو گوشِ دِل میرا ہے وا رکھا!

کہوں کیا اہلِ دانش سے جنوں کے تپتے صحرا میں
ہے کِس گیسو کی بُو نے مجُھ کو آسُودہ سدا رکھا!

چراغِ زیست زد میں آندھیوں کے یوں رہا ہر دم!
مگر پیہم اُسے فانوسِ رحمت نے بچا رکھا!

اُسے نوبت ہی کب آئی قیامت بھُول جانے کی؟
تری ہر ہر ادا نے دِل میں ہے محشر بپا رکھا!

بُرا ہو اُن لُٹیروں کا جنہوں نے محل بنوا کر
غریبوں کے لہو کا نام ہے 'فضلِ خُدا' رکھا!

متاعِ ناز ہے مرغوبؔ کو توحید کا جذبہ
کرم سے کُنجِ خلوت اُس کا تو نے پُر ضیا رکھا!



---

[1]: قُرآنی آیت کی رُو سے وہ خاص نُورانی جُملہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے روز غارِ ثور میں اپنے یارِ غار حضرتِ صدیق اکبرؓ سے یوں فرمایا تھا 'لاتحزن اِن اللہ معنا' یعنی ڈرو نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور ہماری حفاظت فرما رہا ہے۔

۲

تب خلیلی چاند عالم کی نظر میں آ گیا!
جب دُعا کا خاص باراں کعبہ کو نہلا گیا!

جھُومی رحمت کی گھٹا زمزم سے کہہ کر رازِ دِل
بدلیوں کا سِلسلہ فاران پہ ہر سُو چھا گیا!

آخری منصب نبوّت کا عطا جِس کو ہُوا
وہ حیاتِ مرد و زن کی ہر ادا سُلجھا گیا!

اُس قدر وہ حق نُمائی کے لیے پختہ بنا
جہل کی تاریکیوں سے جِس قدر اُکتا گیا!

آپ ﷺ کے اصحابؓ و اہل بیتؓ کا ایثار ہی
دین کا رازِ بقا ہر ایک کو بَتلا گیا!

کُفر کو اِک برقِ خرمن سوز تھی آہِ بلالؓ
کہہ کے اللّٰہُ اَحد وہ خاص رُتبہ پا گیا

ترک کر کے شِرک زرتُشتی و شِرک عیسوی
تجُھ کو بھی مرغوبؔ سلمانؓ راستہ دِکھلا گیا!

۳

زمین والوں کے حِصے میں یہ کِس ہستی کا نام آیا؟
کہ سب ہی آسمانوں سے درؤد آیا ، سلام آیا!

عجب کیا سوے آدم بے تأمُل سر جُھکے اُن کے
فِرشتوں کو نظر ختمِ الرُسُل ﷺ کا جب مقام آیا!

جمالِ ' اُسوۂ حُسنہ ' کی مشاطہ گری کرنے
امانت آئی ، صِدق آیا ، پھِر اللہ کا کلام آیا!

سُنا جِس نے ' الم نشرح ' کے بعد ' الیوم اکملتُ '
دِلوں کو خاص راحت لے کے وہ ماہِ تمام آیا!

لُبھانے والی ہر شے آزما لی اہلِ باطِل نے!
مگر وہ شاہبازِ حق نہ اُن کے زیرِ دام آیا!

کہا ' الفقرُ فخری ' یوں کہ شاہنشاہ بھی لرزے!
جلالِ کِبریا بن کر وہ فردِ احتشام آیا!

کر و فر بادشاہوں کا گرا برگِ خزاں بن کر!
غُلاموں کو چھُڑانے جب وہ شاہِ خُوش خرام آیا!

کہاں تک بدزبان بڑھیا کی گٹھری آپ نے ڈھولی!
وہ عالی ظرف کیسے کیسے کم ظرفوں کے کام آیا!

اب اُس پر اہلِ مکہ، اہل طایف کیوں نہ ہوں قُربان؟
سِتم ہا سہہ کے بھی دِل میں نہ جِس کے اِنتقام آیا!

دِلِ ناداں! اُسی کی پیروی ابدی سعادت ہے
جہاں میں عدل کرنے کے لیے جِس کا نِظام آیا!

ہر ایک یلغار میں اپنی ثقافت وہ بچاتا ہے
مۓ حُبِّ نبی ﷺ کا ہاتھ جِس شہری کو جام آیا!

نوِیدِ صُبحِ روشن پھر سُنا مرغوبؔ مِلّت کو
مُجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھِر پیام آیا!۱



۱: علامہ اقبال کی غزل کا یہ مصرعہ کشمیر یونیورسٹی کے اقبال انسٹی ٹیوٹ میں طرحی مشاعرے کے لیے چُنا گیا تھا۔ (۲۰۰۹ء)

۴

اِک اللہ کا دِل میں سمانا! ہر مُشکل کا حل ہو جانا!
صحرا میں ساتھی مِل جانا! ق ربّ کا لُطف نظر آجانا!
میں نے اُس جیون ساتھی کو اِک احساں کہہ کر پہچانا!
دیکھا تھا اُس کے آنے سے رنگیں کلیوں کا مُسکانا!
اب دیکھا اُس کے جانے سے گُلشن اشکوں میں بہہ جانا
خواب ہے اب وہ رُوٹھا ہمدم بھُول گیا جو ساتھ نبھانا!
پھر سے ملیں گے پار اُس پُل کے آئے اجل تو کیا گھبرانا!
لیکن آگے محشر ہوگا حیف ہے وہ دن یاد نہ آنا!
واں کی مسافت کیسے ہو طے؟ زادِ سفر محنت سے جُٹانا
تین دِنوں تک سوگ منا کر چھوڑو یہ رونا پچھتانا!
'صنفِ غزل مرغوبؔ سے مِل کر واعظ بن بیٹھی ہے، بتانا'



۵

رو کے رکھا تھا دِل میں جو صدمہ بہار کا!
اب وہ خزاں میں بن گیا شُعلہ چنار کا!

شاعر کے دِل کو معنوی آتش فِشاں کہو!
ہر ہر نفس ہے آتشیں اُس بیقرار کا!

سہتی رہی ہے بجلیاں ہر گھر کی شاخِ گل!
گُلشن منائے سوگ بھی کِس کِس نِگار کا!

کشمیر نے جھیلے ہیں کِتنے کرب شبرنگی!!
یارا نہیں اِک فرد کو اُن کے شُمار کا!

دیکھے ہیں میں نے چڑھتے کئی نشّے بشر کو!
سب سے بڑا نشّہ ہے مگر اِقتدار کا!

تھکتے نہیں یہ کہتے تنزُّل کو ترقی!
اِن مُردہ ضمیروں کو وظیفہ ہے پار کا!

کیوں خُون اور یہ خُون کے آنسو ہیں بے اثر
کیا شِرک پر غصہ ہے یہ ربِّ قہار کا

شُہداء کی لوحُوں سے ورے گُمنام ہیں قبریں!
ہر داغ ہے تفسیر طلب لالہ زار کا!

خُود ذِکر اپنے حال کا مرغوبؔ یُوں نہ چھیڑ
یوں حق نہ چھین پیرہنِ تار تار کا!



۱: شبرنگ = کشمیر کے لوک ادب کا سب سے بڑا ٹھگ، جس کی نشاندہی یہ فارسی شعر بھی کر سکتا ہے۔

ننگِ مِلّت ، ننگِ دین ، ننگِ وطن
جعفر از بنگال صادق از دکن !

(اقبالؒ)

۶

یاں ہر اک سے خُدا خفا ہے کیا؟
جب ہی ہر آہ نا رسا ہے کیا؟

چُپ یہاں کا ہر اِک بشر کیوں ہے؟
جُرم یاں سچ کی ہر نوا ہے کیا؟

پُوری بستی پہ ہُو کا عالم ہے!
ایسا کہہ دو یہاں ہُوا ہے کیا؟

بیچ کھایا ہے کِس نے یُوسف کو؟
ہوئی یعقوب سے دغا ہے کیا؟

چاہ میں گِر کے چیختا ہے کون؟
کوئی سُن لو بتا رہا ہے کیا؟

جیل کے سال اِس کو دے گا کون؟
سب کا دُشمن یہ بے خطا ہے کیا؟

اُن کا مرغوب تُو اہنسا دیکھ!
اُس سے خونریز تر جفا ہے کیا؟



(ب)

۷

لِدر کے پانی سے ریشی نے کیا بس اِک خِطاب:
'رہنِ دُوناں تُو نہ رکھ اپنا یہ پاکیزہ شباب
سبزہ کا ضامِن ہے گِرد و پیش کو یہ سوز و ساز
عہدِ نو کا خُفیہ سازینہ ہے تیرا اِضطراب
یہ حریصِ آبِ خوش مہماں تری وادی کے ہیں
ہاں مگر تیری نِگاہوں سے نِہاں ہیں ان کے خواب'
کہہ رہا ہے مرکز اپنے مسخروں کو دُور سے:
'کھیل کے دوراں ہی کرنا تُم جُوے کا اِرتکاب
گر چہ کُچھ پہلگامی گڈریئے خُوددار ہیں
تُم طریقے سے اُنھیں دے سکتے ہو دُوگنی شراب
جب تک ایمان بیچنے پر یہ سبھی مایِل نہ ہوں
تب تک اِن پر کُفر کے منتر نہ ہوں گے کامیاب'
شاطروں کی بات پر مرغوب کیوں ہے سیخ پا
گر چہ پیری میں نہیں شایاں کِسی کو پیچ و تاب



(ت)

۸

سو طرح کہہ کر بھی جیسے کچھ نہیں کہتی حیات!
عاقبت اندیش بنواتے ہیں کن کو حادثات!
وقت کے پھسلن بھرے موڑوں میں اب ہم پھنس گئے!
حیف چھوٹی ہم سے کیوں اصحاب کی راہِ نجات!
اہلِ زر کی پُر ہوس خرمستیوں کو دیکھ کر
اِبتدا سے ہی رہی ہے خندہ زن یہ کائنات!
جنگِ فردا کا سبب ہے بے گماں تقسیمِ آب
تم بھی دیکھو گے بنے گا کون سا دریا فرات؟
بے زباں دُنیا زبانِ حال سے اب بھی کہے
کیوں نہیں کرتے ہو تم احکامِ ربّ پر اِلتفات؟
مغربی تعلیم کی دین دشمنی خفیہ سہی
جڑ جلے جس پیڑ کی وہ کب رہے قائم بالذات
ہر عمل مرغوبؔ اُسی میں پائے گا پُورا صِلّہ
دائمی ہوگی وہاں جو زندگی بعد از ممات!



(ج)

۹

فِکرِ اِنساں کی طرح بدلا ہے فن کا بھی مِزاج!
کر نئے، انداز میں ذِکرِ لب و رُخسار آج؟
میں بھی یہ کڑوی حقیقت کھول کر تُم سے کہوں
رِشوتوں کا ریشیوں کی بستیوں پر اب ہے راج!
اِن کی حالت اِک بڑی عِبرت ہے، اللہ سے ڈرو!
جِن کی فصلیں جل گئی ہیں اُن سے کیا لو گے خراج؟
اب تمسخُر کا ہدف محنت کی روٹی ہے یہاں!
ہر کسی پر بوجھ ہے اب عادلانہ کام کاج!
ہر بھٹکتی روح تُم سے پوچھے گی؟ درگاہ میں
کر کے تُم دستار بندی؟ کِن کو پہناتے تھے تاج؟
ہر دھرم کو بہرِ استحصال یکجا کر لِیا!!!
واہ رے اِک شیخ جی کے گھر کا رنگیں اِمتزاج!
سونپی ہے مرغوب یہ اپنے ہی زِعماء نے ہمیں
ایسی وحدت سوز عِلّت کا نہیں آسان عِلاج



(چ)

۱۰

خواب سے عاری ہے بیداروں کی سوچ!
دُور رس ہے درد کے ماروں کی سوچ!
اے ہَوا! للکار اِن کے جوش کو
رہنِ خاکستر ہے انگاروں کی. سوچ!
وہ سند والے ہیں! اُن سے دوستو
مُختلف ہے ہم گُنہگاروں کی سوچ!
تیز کانٹوں میں پلے ہم پھُول ہیں
ہم سے یکسر ہے جُدا تاروں کی سوچ!
زر سے مُتنفّر نہیں ہیں ہم مگر
آدمیت کُش ہے زرداروں کی سوچ!
عیش میں سرمستیوں کے خوگرو!
بن رہی طُوفاں ہے بے کاروں کی سوچ!
لاتی ہے مرغوب وہ اِک اِنقلاب!
ایک ہو جاتی ہے جب یاروں کی سوچ!



(د)

۱۱

ذکرِ جمالِ یار ہے اِک غزلِ مُستزاد!
جس میں بغیرِ اُس کے کچھ آتا نہیں ہے یاد!
جھیلی شبِ فراق تو مضبوط ہو گیا!
میرے ضعیف دل میں قیامت کا اعتقاد!
مِلّی شعوٗر اہلِ دین میں ہوگا پھِر بحال!
اِک زلزلہ مِٹائے گا جب مسلکی عِناد!
یہ سب وظیفہ خوار عناصر کی دین ہے!
ہر دور میں ہے بھِک منگے ہی باعثِ فساد!
اِک صیقلِ خُمینی سے غائب وہ ہوگیا!
ایرانیوں کے دِل میں پھِر اُبھرا تھا کیقباد!
وہ اچھّے کلمہ خواں ہمیں بننے نہیں دیں گے!
کہتے بُرے رسوم کو ہم کاش خیر باد!
مرغوٗب یہ بھی قاتلوں کے زر خرید ہیں!
تُم ایسے مُنصفوں سے نہ کرنا کبھی فریاد



(ر)

۱۲

صبر نے ضبطِ نفس کی کوکھ میں پایا قرار!
نا صبوروں کو بنا کیوں جان لیوا اِنتظار؟
جِن کو سینچا تھا مدینہ میں سبھی اصحابؓ نے
دے دیا اِسلام کو ہے اُن ہی قدروں نے وقار
ہاں زمیں پر سایۂ رحمت وہی بے سایہؐ ہیں
ضامنِ امن و سکوں ہے دہر کو جِن کا شعار

(ق)

کان میں ہر اِک سہیلی سے یہ شیرین نے کہا:
روسیاہی قِسمتِ خسرو بنی ہے بار بار!
سَہہ سکوں گی داغِ دل مانندِ لالہ عُمر بھر
دامنِ عصمت مگر ہونے نہ دوں گی داغدار
کاش پھر نسوانیت کی لاج وہ پردہ بنے
غیرت و عصمت بچانے پر تھا جس کو اِفتخار
رغبتِ کِردار سازی ہے غزل مرغوبؔ کی
رومیؔ و سعدیؔ کا فیضاں ہے بلا شک پائدار



۱۳

'ہر کسی ظُلمت پہ آخر غالب آ جاتا ہے نوُر!'
کام میں لاتا نہیں اِنسان یہ تاریخی شعور!

خونِ شُہداء نے کیا ہے سُرخرو سچ کو سدا
کربلا کو تا ابد بننا ہے شہہ سُرخی ضرُور

ظالموں کا ظُلم دعوت ہے خدائی قہر کو!
غرقِ عبرتناک بن جاتا ہے فِرعونی غرُور!

شہہ بصیرت سُرمۂ قُرآن سے اُن کو مل گئی!
اہلِ ایمان حشر کے دِن کو کبھی سمجھے نہ دوُر!

جِس میں آوازِ اذان سُن کر جمع ہوتے ہو تُم!
رشک پانچوں وقت اُس مسجد پہ کر لیتا ہے طوُر!

اب بھی گر آبی وسائل کو نہ ہم رکھ لیں گِرو
مِل کے تب ہم آتشیں دریا بھی کرلیں گے عبوُر!

رہ کے زیرِ خاک اِک دانہ اُگا، تو گُل کھِلے!
کیوں نہ ہو مرغوبؔ کے جذبے کا شایِستہ ظہور!



۱۴

ہیں مرے الفاظ غم کے بال و پر!
اے نوا سنجی اِنہیں بن ہم سفر!

یاد کر کے اک جِگر سوز ' المیہ'
چاہتا ہوں بانٹنا دردِ جگر!

(ق)

شہہ مُحدِّث تھے وہ انور ورنوی[1]
چھوڑنا جِن کو پڑا تھا اپنا گھر!

دین دشمن دیندارں کے خلاف
کر نہ پائے آپ ستیزہ کو سَر!

جان لڑا کر ، نکلے تھے کشمیر سے
بعدِ مایوسی وہ دامن جھاڑ کر!

تا قیامت اب ہمیں کشمیر میں
ویسا علامہ نہ آئے گا نظر!

لاکھ حسرت ، لاکھ عِبرت دوستو!
بن گیا ہدف سِتم یاں دیدہ ور!

طعنہ زن سب عالمِ توحید ہے
آج تک اُس دینِ بدعت یار پر

ہیں چھپا کر شِرک اب تسبیح بدست
اُن کی معافی ہے نا ممکن مگر!

ہر خطا بستی کی بخشے گا خدا!
لوگ سچّے دِل سے ہوں تائب اگر!

پُر کشش توحید کی دَعوت بَنا!
پھر وہ لے کر جانبِ شعراء گُزر!

یُوسفِ گُم گشتہ کی مرغوبؔ دیکھ
تک رہے ہیں راہ کب سے بام و در!



---

۱ : وَرنَو = وادیٔ لولاب کا وہ گاؤں جس میں علامۂ کشمیری مولانا انور شاہ پیدا ہو گئے تھے۔ آپ جیسے نالبغۂ عصر (Genious of the time) کے اصلاحِ شرک سے متعلق اقدام کی پذیرائی کشمیر کے بیشتر علمائے بدعات پسند نے نہ کی تھی بلکہ زبردست مخالفت کر کے اُنہیں قصبۂ بارہمولہ میں قائم کیا گیا 'مدرسۂ فیض عام' بند کروا کے کشمیر چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ صنفِ غزل میں اِس طرح کسی معاصر یا قریب العصر المیے کو بیان کرنے کی روایت آج سے تقریباً آٹھ سو سال پہلے حضرت حافظ شیرازی نے قائم کر لی ہے مثلاً ایک غزل کا مقطع ہے ؎

در کفِ غُصۂ دوران دِلِ حافظ خُون شد　　　از فراقِ رُخت اے خواجہ قوام الدین داد!

۱۵

خُوش نصیبوں میں جگہ پاتا ہے وہ نادِم بشر!
جس پہ ہو جاتے علالت میں نبیؐ ہیں جلوہ گر!

تجربے اپنی یتیمی کے کروں کیونکر بیاں؟
حافظے میں سجدہ سے سوغم اُٹھانے کو ہیں سَر!

عقل کہتی ہے ادب سیکھوں گی میں اِظہار کا
عِشق کہتا ہے کہ ہرگز راز کو اَفشا نہ کر!

حق نُما عینک مجُھے ہر 'سُورتِ قرآن' بنی!
سرمۂ 'سیرت' سے میری آنکھ میں سُلجھی نظر!

ہر صحابیؓ اِک ہدایت کا سِتارہ ہے جبھی!
سر بکف پیہم رہے ہیں وہ نبیؐ کے نام پر!

اِک صحابیؓ کے برابر ہو نہیں سکتا کبھی
ہو ولی اللہ کوئی یا ہو کوئی دیدہ وَر

ہے تجُھے مرغوبؔ یہ راسخ عقیدہ فضلِ ربّ
دفترِ توحیدِ خالص ہے ترا قلب و جگر



(ز)

١٦

پَست ذوقوں سے کیا کہے شیراز؟
مسخروں کو ہے مسخری پر ناز!
مانے شاہین کو زاغ کیوں برتر؟
جو نجس جُوئی کو کہے پرواز؟
حُسنِ الفاظ میں ہو فِکرِ بُلند!
عظمتِ فن کا ہے یہی اِک راز
ہے نہتوں کی سنگ بازی کیا؟
پیشِ اعداء مُدافعت کا ساز!
سب کے بدلے وہ جاں لڑاتا ہے
جب ہی بنتا ہے اک جواں جانباز
دل میں چیلوں کو ہے چُھبن کہ بنا!
خواہ مخواہ نیک نام کیوں شہباز؟
کیوں معاصر غزل سراؤں میں
لوگ مرغوبؔ کو کہیں مُمتاز؟

☆☆☆

۱۷

اُن پہ بارانِ فیض ہے نوروز!
ہم ہیں تعذیب خانہ میں دِلسوز!
کب رُکے پانی وہ نہ سمجھیں گے
جنگِ فردا کی مشق ہے امروز
اُن کی خواہش سے جو گِری ہم پر!
کیسے بھُولیں وہ برقِ خرمن سوز؟
کِس کی غیرت فروش حرکت سے
ہیں رواں جھٹکے زلزلوں کے ہنوز؟
اب نئے اَسلحوں کے ہم پر ہی
تجربے ہوں گے ہر کہیں شب و روز!
زیبِ تن وہ کریں کوئی پوشاک
جانتے ہم ہیں اُن کے سارے پوز!
بدلے مرغوب کب اثر اُس کا
کوئی اخروٹ کو کہے گر 'جوز'



(س)

۱۸

حوصلہ رکھ رُوح تیری کا گلا پکڑے نہ یاس!
پر نئے پا لیتی ہے 'لا تقنطُوا' پڑھنے سے آس!
دِل سے نامِ پاکِ اللہ پڑھنے کے آداب سیکھ!
رہزنِ ایماں کوئی شیطاں نہ پھٹکے تیرے پاس!
ورغلانے کو نئے شاطِر نفاق انگیز ہیں!
یہ نئے ابنِ اُبے[1] تیری کہیں کھو دیں نہ گھاس!
بے محابا جن اداروں میں ہے جنسی اختلاط
کون رکھ پائے گا قائم سب کے واں ہوش وحواس
آج بھی اپنوں کو خطرہ جعفر و صادق سے ہے!
حیف ہے، اغیار کا خُود کو بناتے ہیں وہ داس!
بیچ کر مِلّت کو پُہنچاتا ہے جو مِلّت فروش!
وہ زِیاں مُہلک ہے کِتنا؟ ہو نہیں سکتا قیاس!
کیوں تنزُّل اپنا عالمگیر ہے؟ مرغوؔب سوچ
سارے مُسلم سربراہوں کی رعیّت ہے اُداس!

---

[1] : عبداللہ بنِ اُبے = عہد نبوت کے مدنیہ میں گُزرا ہوا سب سے بڑا مُنافق اور سازشی شخص۔

(ش)

۱۹

جبر سے دب جانے والوں کو نہ جانو بے خروش!
سینۂ آتش فِشاں میں چُپ نہ رہ پائے گا جوش!
شاطروں کی شُعبدہ بازی چلے گی کب تلک؟
جِن سے حق چھینا گیا کب تک رہیں گے وہ خموش؟
جو سِیاست عہد شِکنی کر کے اِستیلا بنی......!!!
سادہ لوحوں کو بنے گی کب تلک وہ بارِ دوش؟
بن گئے بد مست ہاتھی جِس حکومت کے وزیر
اُس کا ہر دفتر ہے راشی ، اُس کا ہر گھر بادہ نوش!
بچ سکے گی کیسے اک بیٹی ، بہن اُس قوم کی ؟
نشّہ لے کر پیچ کھائے نسل جِس کی اپنا ہوش!
اپنے ہاں دُختر کشی پر جو نہ کر لیں احتجاج
ننگِ مِلّت ہیں یقیناً آج وہ غیرت فروش!
جِن کے بِدعت خُواہ دِلوں کو مُہر کر دے خُود خُدا
اُن کے گوشِ دل میں کب گھولے گی رَس بانگِ سروش



(ع)

۲۰

اِک نیا دورِ خلافت ہونے والا ہے شروٗع!
اب ہو عیسیٰؑ اُمّتی بن کر فلسطیں سے طلوٗع!

ہو گی اِصلاحِ عقیدہ قرنِ اول کی طرح
نوٗرِ ایمان سے مُزّین ہوں گے پھر اہلِ رکوٗع!

مُشرِکوں کی ساری خرمستی مُبدّل ہو گی جب!
فاتحِ عالم بنے گا پھر سے خشوع و خضوٗع



(ف)

۲۱

عہدوں سے وہ بدعہد کیونکر اب کریں اِنصاف؟
ہر عہد میں غنڈوں پہ جنہوں نے کیے الطاف

وہ چرسیوں کی پرورش یونہی نہیں کرتے
کیا اُن کی ہے اوقات؟ دیکھو تکیے اُن کے صاف

جو بحرِ تنفّس کی غواصّی بھی سیکھے گا
دیں گے اُسی کو زیب گوہر جُوئی کے اہداف!

یہ دونوں گر اِک نورِ قرآن کے ہیں پروانے
پھر کیوں نہیں یک جاں بنتے سلفی و احناف

بن جاؤ گے ذی حس تو ہر شیخی کو توڑو گے
بن جاؤ گے یک جاں تو لتاڑو گے ہر اِک لاف



(ک)

۲۲

کِن کے ہوں گے شفیع شہِ لولاکؐ؟
ہے یہی گفتگو سرِ افلاک!

سب کے وہ غمگسار ہیں لیکن
ہم نے اُن کو بھی کر دیا غمناک!

مرد و زن کو سکوں کا ضامن ہے
اُن کے خُلقِ عظیم کا اِدراک

وہ سِکھا کر گئے ہیں خُود عملاً
نوعِ انساں کو مَصرفِ اِملاک

کاش سب مسلکوں کا اِک رہبر
پھر بنے کوئی مُسلمِ بے باک

آپؐ کے سچّے پیرووٗں کو ہُوا
زیست میں واصلِ رفو ہر چاک

خُود کو مرغوبؔ جان و دل سے بنا
عاملِ سُنتِ رسولِ پاکؐ



(گ)

۲۳

افیون سے زہر آمیز تر ہے یہ پَرایا راگ!
اغیار پرستی کی غفلت چھوڑ کر اب جاگ

اِن کے سیاسی وعدوں میں ہے زہر پوشیدہ!
ہیں سونے کے سِکّوں میں یہ پھن کو چھُپائے ناگ!

دُنیا کے ہر اِک عہدِ نمرودی میں بنی ہے
بس اِک خلیلی حوصلہ سے گُل بد اماں آگ



(ل)

۲۴

قہرِ ربّ کے سامنے ٹھہرے گی کِیا بَشری دلیل؟
باہمہ زَر خُود ہی دھنس جاتا ہے قاروں سا بخیل!

جب فِرعوں تائب نہیں ہوتا ہے سب کُچھ دیکھ کر!
تب نِگلتا اُس کو ہے بپھرا ہُوا دریائے نیل!

والدین اولاد کی پستی کے مُجرم خود بھی ہیں
جو نشّے میں غرق ہونے تک اُنہیں دیتے ہیں ڈھیل

وائے محرؤمی کہ ہم نے وہ روایت چھوڑ دی
جِس کو قائم کر چُکی تھی چشمِ حق بینِ خلیلؑ



(م)

۲۵

'اَلیَومَ اَکمَلتِ لَکُم' اُس وحی کا ہے اِختتام!
'وَاَتمَمتُ علَیکُم نِعَمتی' جو ربّ کا ہے حتمی کلام!

محبوب نے فتویٰ دیا: معبود' وہ ہے لا شریک
اِس زندگی کا مُدعا ہے بندگی کا اہتمام!

صدیوں کی جہدِ انبیاءؑ کا ماحصل ہے بس یہی:
باطِل ہواؤں میں رہے روشن سدا حق کا نظام!

مرغوبؐ پرچم عدل کا اِنسانیت کا ہے وہی
عہدِ خلافت تک رہا جِس کا مدینہ میں قیام!



۲۶

زیست کے تاروں کا زیر و بم ہے غم!
گرمیٔ خونِ رگِ عالم ہے غم!

یہ بڑا مجموعۂ اضداد ہے
زخم دے کر زخم کا مرہم ہے غم!

غُنچہ ہے یہ خُفتہ اِمکانات کا!
حُلیہ سازِ جوہرِ آدم ہے غم!

معرکہ ہو اِنتہائی سخت بھی
تھام لیتا بخت کا پرچم ہے غم!

دُشمنوں اور دوستوں کا ہر زماں
حالت اَفشا مثلِ جامِ جم ہے غم!

عکسِ مُستقبل دِکھا کر عِلم کو
حیرت افزا خضر سا ہمدم ہے غم!

رکھ قوی مرغوبؔ عزم و حوصلہ
پیشِ رُستم رخش وش سر خم ہے غم!



(ن)

۲۷

بیدار تر ہے دِلکشی خُفتہ جمال میں!
طائرِ خموش دانہ پر پھنستا ہے جال میں!
رکھتا ہے زِندہ خاک میں دب کر بھی وہ خودی
کرتا ہے سبزہ بعدِ خزاں پھر بحال 'میں'!
جِن کا ضمیر مر چُکا ہے کب وہ سمجھیں گے
برکت قناعتوں کی ہے رِزقِ حلال میں!
جِن کے گھروں میں رہتا ہے ذِکرِ نبیؐ مُدام!
خُوش خُلقیاں پنپتی ہیں اُن کے عیال میں!
اِسراف و بُخل دونوں ہیں دُشمن سکون کے!
دِل کے سکون کی چابیاں ہیں اعتدال میں!
رہتی ہیں تمہاری تاک میں آفتیں سدا
اُن کا شکار بنتے ہو تم اِشتعال میں!
باطل کی باتوں میں گِرو طوطوں کو دیکھ کر
مرغوب ہے اِک بُلبلِ حق گو جلال میں



۲۸

مرنے سے کسی حال میں مُمکن مفر نہیں!
پھر کیوں نظر ہماری افضل موت پر نہیں!
اِتراتے نہ یوں مصر میں پھر نسل کش لشکر
ہونا جو چاہیے تھا وہ ہم بھی مگر نہیں؟
بد مست اُمراء دیکھ کر کہتے ہیں فِرشتے
اعضاء بکھرتے ہیں کِن کے ہیں؟ ان کو وہ ڈر نہیں
چمکیلے مکانوں کے مکیں واں کریں گے کیا؟
روشن کِسی کا موت کی وادی میں گھر نہیں!
یاں پھولتے ہو ہمقدم گُمراہوں کے بن کر
بھولو نہ وہ راہ جس میں کوئی ہم سفر نہیں!
ہیں ربّ کے عطیّات بھی انصاف پر مبنی
قد مِل گیا سفیدے کو لیکن ثمر نہیں
مرغوؔب عدوٗ کے وعدہ پر کم کر تُو بھروسہ!
یکطرفہ بھروسہ کی روِش بے خطر نہیں[1]



[1]: اِس ضمن میں غنی کشمیری کی یہ حسین تشبیہہ و تمثیل نہایت سبق آموز ہے۔
بر تواضع ہائے دُشمن تکیہ کردن ابلہی است　　پاے بوسِ سیل از پا افگند دیوار را

۲۹

ہوش ہو تو زِندگی کا ہر قدم ہے اِمتحاں!
جوش پر قابُو رہے تو بندگی ہے گُلِستاں!
(ق)
جو لڑکپن میں خُدا کی نعمتیں پہچان لے
نعمتیں مصرف میں لائے کیوں نہ وہ ہو کر جواں!
جو نہ لے صدقہ نہ محنت کی کمائی سے ڈرے
وہ خُود آگاہ ہر کسی میداں میں ہوگا کامراں!
عشق میں ثابت قدم رہ کر ہی مِلتا ہے مقام!
حُسن بھی ہوتا نہیں یونہی کِسی پر مہرباں!
یوں ہلاکو ، ہِٹلر اور بُش سب میسحی تھے مگر
قتلِ عام اُن کا میسحیت پہ دھبہ ہے عیاں!
لوگ کچھ رشکِ فِرشتہ پھر اُٹھیں گے یاں ضرُور
رات دن تکتا زمین کو اس لیے ہے آسماں!
ہیں یہ سب مدنی گُلابوں کی صداقت سے بھرے
جب ہی ہے مرغوبؔ کے شعروں کی خُوشبو جاوداں



۳۰

توڑ کر عہدِ وفا کہتا ہے اب سچ کو جنوں
داخلِ زنداں ہمیں کر کے ہے شاطر پُرسکوں

رہن انہوں نے ہمارے سب وسائل رکھ لیے
اپنا ہر لیڈر بنا ہے غیر کا صیدِ زبوں!

جو وظیفہ خوار بن کر جعفر و صادق بنے
اِس زمین کو ہے اُنہی کی دین سارا گشت و خُون!

پاک رِشتوں کے تئیں حق جو ادا کرتے نہیں
صلۂ رحمی سے کٹ کر وہ سدا ہیں سر نِگُوں!



(و)

۳۱

نبیؐ کی پیروی اپنا کے بن جائے گا جو خُوش خُو!
کسی ہم عصر ساحر کا چلے گا اُس پہ کب جادُو؟

یتیموں کو ، غریبوں کو پنپنے میں جو کام آئے!
خُدا اُس شخص کی ہر آرزو کو کیوں نہ دے خوشبُو؟

شعورِ دین و ملّت جس کو مِل جاتا ہے مکتب میں!
وہ آدم زاد پھیلاتا ہے سُکھ کی روشنی ہر سُو!

فِدا توحید پر مرغوبؔ ہے جس کا شعور و دل
وہی ہر موڑ پر کہتا ہے لا معبودَ اِلاّ ھُو!



۳۲

کمالِ فِکر و نظر لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ
جمالِ سفر و حضر لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ
دِلوں کی ہر عِلتِ شِرک سے پھُوٹی ہے
علاج سب کا مگر لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ
کلیدِ عظمت ہے صحت عقیدہ کی
عقیدہ ہے بر تر لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ
ستارے جھکتے ہیں اُنہیں کے قدموں میں
مِٹائے جن کا ڈر لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ
یقین ہی دل کو ہے سعادتِ ابدی
یقین کا پختہ ثمر لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ
مثالِ دریا وہ کہیں نہیں رُکتے
ہے جن کو ذکرِ بحر لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ
قرآن کہے اب بھی کہ کیسے کرتا ہے
قبیلے شِیر و شکر لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ



(ی)

۳۳

پہچانو بڑا تُحفہ ہے یہ عہدِ جوانی!
ممکن ہے جوئے شیر بھی اِس عہد میں لانی!
پرکھو تو کوئی عہدہ بر آ ہو نہ سکے گا
کہنے کو ہر اِک ہے یہاں لُقمان کا ثانی!
مصرف میں خدا داد قُوت کیوں نہیں لاتے؟
یہ جانتے ہوئے ہو تم کہ ہر اِک چیز ہے فانی
سچ کا نہ دیا ساتھ تو شامل ہو بُروں میں
نیکوں پہ سچی بات نے کب کی ہے گرانی؟
تم سُرخیاں اِن شعبدہ بازوں کی نہ دیکھو
قربانی ہی در پردہ ہے عظمت کی کہانی!
کچھ اہلِ سیاست ہی نوزائدہ فتنوں کو
جوں شیر خواراں کرتے ہیں گھوارہ جُنبانی!
مرغوب ہر اِک مسئلہ حل کرنے کی خاطر
ہے متنِ قرآن واقعاً اِک گنجِ نہانی



۳۴

ہم کو اِک آہ بھی رسا نہ ہوئی؟
اُن کی رَد ایک بھی دُعا نہ ہوئی؟

ہم نے چھوڑ ی روِش صحابہؓ کی!
کیا نبیؐ سے وہی دغا نہ ہوئی؟

حق سے ہر عہد ہم نے توڑا ہے!
ذاتِ حق بے سبب خفا نہ ہُوئی!

ظُلمِ نمرود پر بھی ہم چُپ ہیں
کیا یہ اُس کے تئیں وفا نہ ہُوئی؟

اُس خطا کار کو چُنا کِس نے؟
کہو کیا تُم سے وہ خطا نہ ہوئی؟

تُم بھی توحید سے رہے غافِل!
کیا وہ سب سے بڑی جفا نہ ہُوئی؟

خیرِ اُمت رہی اُسی دم تک
جب تک آئین سے وہ جُدا نہ ہوئی

تھے صحابہؓ نبیؐ کے پروانے
حرزِ جاں ہم کو وہ ادا نہ ہوئی

اُس کے آثار سب ہی ظاہر ہیں
گر قیامت ابھی بپا نہ ہوئی!

مہلتِ توبہ عرب شیخوں کو
حیف اب تک چشم کُشا نہ ہوئی!

کسی گستاخ قوم کو مرغوب
یوں مؤخر بڑی سزا نہ ہوئی!



(ے)

۳۵

دِل سِتان دِلقرار بنتا ہے!
جذبہ جب جاں نثار بنتا ہے!

وہ سفر یادگار بنتا ہے!
ہم قدم جِس میں یار بنتا ہے!

غم کا ہر زخم بھرنے لگتا ہے!
حُسن جب غمگُسار بنتا ہے!

پتھروں سے نِکلتے ہیں چشمے
پُختہ جب اِنتظار بنتا ہے!

درد سے پھُوٹتا ہے جو آنسو
وہ دُرِ شاہوار بنتا ہے

جو خزاں کو خزاں نہ بننے دے
گھر وہ رشکِ بہار بنتا ہے!

بے وسیلوں کے کام آنے سے
آدمی با وقار بنتا ہے!

تب وہ بنتا ہے کتنا عبرتناک
جب شِکاری شِکار بنتا ہے

اہلِ مغرب کا خانہ بر انداز
پیار آوارہ پیار بنتا ہے

چسکا عُریانیت کا نِسواں کو
باعثِ انتشار بنتا ہے

خواب مرغوبؔ اب وہ اِنساں ہیں
صدق جِن کا شعار بنتا ہے



۳۶

ہم پر ہی مہربان ہر تعذیب گھر[۱] کیوں ہے؟
یاں ممکنہ[۲] طوفاں کی زد پر ہر بشر کیوں ہے؟

ابلہہ کا وہ مہمان یہاں 'مُشر ان'[۳] بنا عملاً!
دیکھو سرِ میدان وہ باندھے کمر کیوں ہے؟

دینے کو دیتا ہی رہے وہ محل کو وُسعت
وہ چھینتا مُجھ سے مری کُٹیا مگر کیوں ہے؟

۱: تعذیب گھر = پُرسش گاہ Interrogation Centre

۲: ممہ کنہ = بھارت کا وہ بڑا ماگامی وفادار مُخبر جس کو بیس سال تک بسیں رُکوا کر باغی کشمیری جوان پہچاننے اور پکڑوانے کے لیے ۲۰۱۱ء میں پدم شری ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔

۳: مُشر ان + وہ کالا بھوت جو فریب سے کسی بستی میں گھس کر گھروں میں سے غیور جوانوں کو نکال کر گرفت میں لیتا ہے یہ کشمیری لفظ میں نے اُردو شعر میں اُسی طرح برتا ہے جس طرح غنی کشمیری نے فارسی شعر میں 'کرالہ پن' برتا تھا، جس شعر کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہی شعر پڑھ کر ایران کا عظیم شاعر صایبؔ غنی سے ملنے کشمیر آ گیا تھا۔

چلتے ہیں اپنا سایہ بھی رکھ کر وہ مُسلّح!
پھِر بھی اُنہیں ہم جیسے نہتوں کا ڈر کیوں ہے؟

اب ڈیڑھ انچی سرغنوں سے گھیر کر پوچھو
یک رائے بن کر چلنے کا اُن کو حذر کیوں ہے؟

یہ پیڑ کِتنے چاو سے بویا ہے خُود تُم نے!
لگتا زہر سا اب تمہیں اِس کا ثمر کیوں ہے؟

پھُسلائی ہے وعدوں سے جِس شاطر نے یہ بستی
اب بھی اُسی کی نسل پر تم کو نظر کیوں ہے؟

مرغوؔب تم اِنسانیت کی روح سے پُوچھو:
ہر پاک رِشتہ اب غلامِ اہلِ زر کیوں ہے؟



۳۷

دانہ کو زیرِ خاک رہنے دے
دِل کو وقتی دباؤ سہنے دے

تُو تو لمبے سفر پہ نِکلا ہے
جو وہ کہتے ہیں اُن کو کہنے دے!

تُو لہو میں نہا کے زِندہ ہے!
پیشِ منصف لہو کو بہنے دے

حوصلہ ہے تو غوطہ زن ہو کر
بحر کے ساحلوں کو گہنے دے

خُود کو ڈھوانے کے یہ مُجرم ہیں!
بے حِسی میں ہی اِن کو ڈَھنے دے

وہ جو مرغوبؔ اُمیدِ فردا ہیں
اُن کو بے تربیت نہ رہنے دے



۳۸

رحمت اُسی پہ برسے گی عرشِ عظیم سے!
شفقت ہو جِس کو فرشِ زمین پر یتیم سے!

حُبِّ یتیم اِک سَند حُبِّ نبیؐ کی ہے!
تصدیق اِس کی آئی ہے 'دُرِّ یتیمؐ' سے!

اِنسانیت کو عدل کی تعلیم ہے اِس میں
'سورۃ نِساء' نازل ہوئی ربِّ کریم سے!

آلِ رسولؐ حِکمت و دانش کی لاج ہیں!
حِکمت ملی ہے اُن کو فرقانِ حکیم سے!

اصحابؓ ہیں اِیثار و مُرّوت کے نمونے
ویسا عمل بچاو ہے نارِ جحیم سے!

اب تو بشر علوم سے پہنچا فلک پہ بھی!
لیکن زمیں پہ کٹ گیا عقلِ سلیم سے!

مرغوّب یہ باطل سرا شعراء کے چیلے ہیں
دے دعوت حق اِن کو تُو عزمِ صمیم سے!



۳۹

پھر غزل خواں ہے جنوں اللہ کی تائید سے!
آج بھی خائف نہیں مجنُون کِسی تنقید سے!

'شب گُریزاں ہو گی آخر جلوۂ خُورشید سے!
یہ چمن معمُور ہوگا نغمۂ توحید سے!'

ایک ہی وعدہ کرو تُم آج صبحِ عید سے
رنجشیں رُخصت کریں گے باہم اب کے دید سے!

'جو سلاموں میں پہل کر لے سعادت پائے گا'
فیض پاؤ تُم رسول اللہؐ کی تاکید سے

غوطہ زن قرآن میں ہونے سے بنو اہلِ نظر!
ہے قرآن فہمی کی عمدہ ابتدا تجوید سے!

علم و اِستدلال کو اِنعامِ ربّ ہے حوصلہ
اہلِ حق زِندہ ہیں باطِل کی کھُلی تردید سے!

وہ مُجدّدؒ شاعرِ توحیؔد کو مُرشد مِلے
'سازشِ اکبر' مٹی تھی جِن کی اِک تجدید سے!



۴۰

جب سے لب پر ترا ترانہ ہے!
تب سے ہم پر خفا زمانہ ہے!

بجلیاں کیوں نہ دیکھ کر تڑپیں؟
کہ بُلند اپنا آشیانہ ہے!

کون سب کے سِتم سہے مجُھ بِن
مجُھ پہ تیرا کرم یگانہ ہے

میں تو وہ خوش نصیب ہوں جِس کو
غم ہی خُوشیوں کا اِک خزانہ ہے

تو نے مجھ کو نوازنے کے لیے
کب نہ ڈھونڈا کوئی بہانہ ہے

میرا دِل کیسے میرے پاس رہے
ہر ادا تیری دِلبرانہ ہے

ذوقؔ یونہیؔ نہیں میرے دُشمن
میرا غالبؔ سے دوستانہ ہے

فن بھی اُن کا ہے اِک فریبِ نظر
فِکر جِن کا فرنگیانہ ہے

شہر میں راحتیں میسّر ہیں
دہر میں یہ بھی اِک فسانہ ہے

کھینچ لایا قفس میں طائر کو!
کِتنا ظالم یہ آب و دانہ ہے؟

اے وطن یہ مری جلا وطنی
تجُھ سے اُلفت کا شاخسانہ ہے

اُن سے مرعوؔب دل کی باتیں کیا؟
جِن کی ہر سوچ تاجرانہ ہے



پروفیسر مرغوبؔ کی ۳۲ شائع شدہ کتابیں اور اُن کی نوعیت

۱: کلیلہ دِمن ۔صدیوں پہلے نوشیروانِ عادل اور خلیفہ ہارون رشید کے لیے حاصل کر لی گئی کشمیری الاصل نصیحت آموز کہانیوں کی کتاب ''تانترا کھیا یک'' جس کے عربی اور فارسی نسخوں کو کشمیر کی متاعِ گُم گشتہ سمجھ کر کشمیری میں ترجمہ کیا گیا ہے (کلچرل اکیڈمی پبلی کیشن ۱۹۷۵ء)

۲: پرتوستان (اولین کشمیری شعری مجموعہ، ۱۹۷۶ء) جس کو ساہتیہ اکادمی ایوارڈ ملا ہے

۳: مرغوب تھیوری (موجودہ کشمیری رسم الخط اور کشمیری اِملا کی معیار بندی کے بیس اصول) کشمیر یونیورسٹی پبلی کیشن، ۱۹۸۲ء

۴: غالبؔ (عظیم فارسی اُردو شاعر پر پروفیسر مجیب کے انگریزی مانوگراف کا کشمیری ترجمہ) ساہتیہ اکادمی پبلی کیشن ۱۹۸۵ء

۵: کٔشیر بالہٕ اپارِ (صوبہ جموں میں رہائش پذیر کشمیریوں کی ثقافتی تاریخ) کشمیر یونیورسٹی پبلی کیشن ۱۹۸۹ء

۶: رسا جاودانی (بھدرواہ کے نامور اُردو اور کشمیری شاعر کی زندگی اور کارناموں پر مانوگراف) ساہتیہ اکادمی پبلی کیشن ۱۹۹۲ء

۷: سروجنی نائیڈو (مشہور بُلبُلِ ہند کی زندگی اور کارناموں پر پدمنی سین گپتا کے انگریزی مانوگراف کا کشمیری ترجمہ) ساہتیہ اکادمی پبلی کیشن ۱۹۹۳ء

۸: قاضی نذر الاسلام (بنگال کے باغی اور انقلابی شاعر کی زندگی اور کارناموں پر گوپال ہالدار کے انگریزی مانوگراف کا کشمیری ترجمہ) ساہتیہ اکادمی پبلی کیشن ۱۹۹۳ء

۹: بیادِ امین (سرینگر کے خواجہ محمد امین بڑھ کی علم دوستی) اقبال اکیڈمی پبلی کیشن ۱۹۹۴ء

۱۰: خزینۂ امین (ایک عاشقِ اقبال کی پچپن سالہ زندگی میں زیرِ مطالعہ رہی تصنیفات کا حاصل مطالعہ) اقبال اکیڈمی ۱۹۹۶ء

۱۱: خواجہ غلام رسول کامگار (کشتواڑ کے مشہور کشمیری و اُردو ادیب کی زندگی اور کارناموں پر مانوگراف) ساہتیہ اکادمی ۱۹۹۷ء

۱۲: اعما عبدالرحیم (بانہال کے اولین اہم کشمیری شاعر کی زندگی اور کارناموں پر مانوگراف) ساہتیہ اکادمی پبلی کیشن ۱۹۹۸ء

۱۳: ولی اللہ مؤت (بڈگام کے مشہور کشمیری شاعر کی زندگی اور کارناموں پر مانوگراف) ساہتیہ اکادمی پبلی کیشن ۱۹۹۹ء

۱۴: قدیم کاشُر (کلام شیخ العالم ؒ کا ہمہ گیر ثقافتی ولسانی پس منظر) (بہ اعانت سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف انڈین لنگویجز، میسور ۲۰۰۱ء

۱۵: کشمیر شناسی (ثقافتِ کشمیر کے مختلف رنگین پہلوؤں پر فکر انگیز روشنی) ۲۰۰۳ء

۱۶: کلامِ اقبال کے روحانی، فکری وفنی سرچشمے (مقالات) ۲۰۰۴ء

۱۷: آدم گریٔ اقبال (علامہ اقبال کے نظریات اور فنی نکات پر مقالات) ۲۰۰۴ء

۱۸ تا ۲۷: انہار۔ شعبۂ کشمیری (کشمیر یونیورسٹی کے دس خاص نمبر، بشمول شیخ العالم نمبر، سر جارج گریرسن نمبر، محمود گامی نمبر، نعتیہ ادب نمبر اور مشرقی شعریات نمبر) ۱۹۸۶ء تا ۱۹۹۷ء)

۲۸: اخلاقیاتِ مرغوبؔ (نئی نسل کی ذہنی اور اخلاقی تربیت کے کیمیائی نسخے) ۲۰۰۵ء

۲۹: فارسی پیچ پاَرٕ زان (آسان پرشن گایڈ، کشمیر یونیورسٹی پبلی کیشن شعبۂ کشمیری) ۲۰۰۶ء

۳۰: ''تجلستان'' دوسرا کشمیری شاعری مجموعہ، ۲۰۰۷ء

۳۱: دستیاب اولین ضخیم فارسی نورنامۂ بابا نصیب الدین غازی کا اُردو ترجمہ بہ اہتمام مرکزِ نور شیخ العالم سٹڈیز کشمیر یونیورسٹی ۲۰۱۳ء

۳۲: گلبدن مثنوی، عبدالرحیم اعما (اڈیٹنگ) کلچرل اکیڈمی ۲۰۱۲ء

۳۳: ''غرفۂ دیدارِ نبیؐ''...... کلام مولانا احمد اللہ بانہالی (اڈیٹنگ) کلچرل اکیڈمی ۲۰۱۳ء

۳۴: دستورُ العمل، حمید اللہ شاہ آبادی (انگریزی ترجمہ) شعبۂ تاریخ کشمیر یونیورسٹی ۲۰۱۳ء

۳۵: تصوفُک کہکشان (بہہ شیخ شیخان) فارسی نظم پاروں کے منظوم کشمیری ترجمے ۲۰۱۳ء

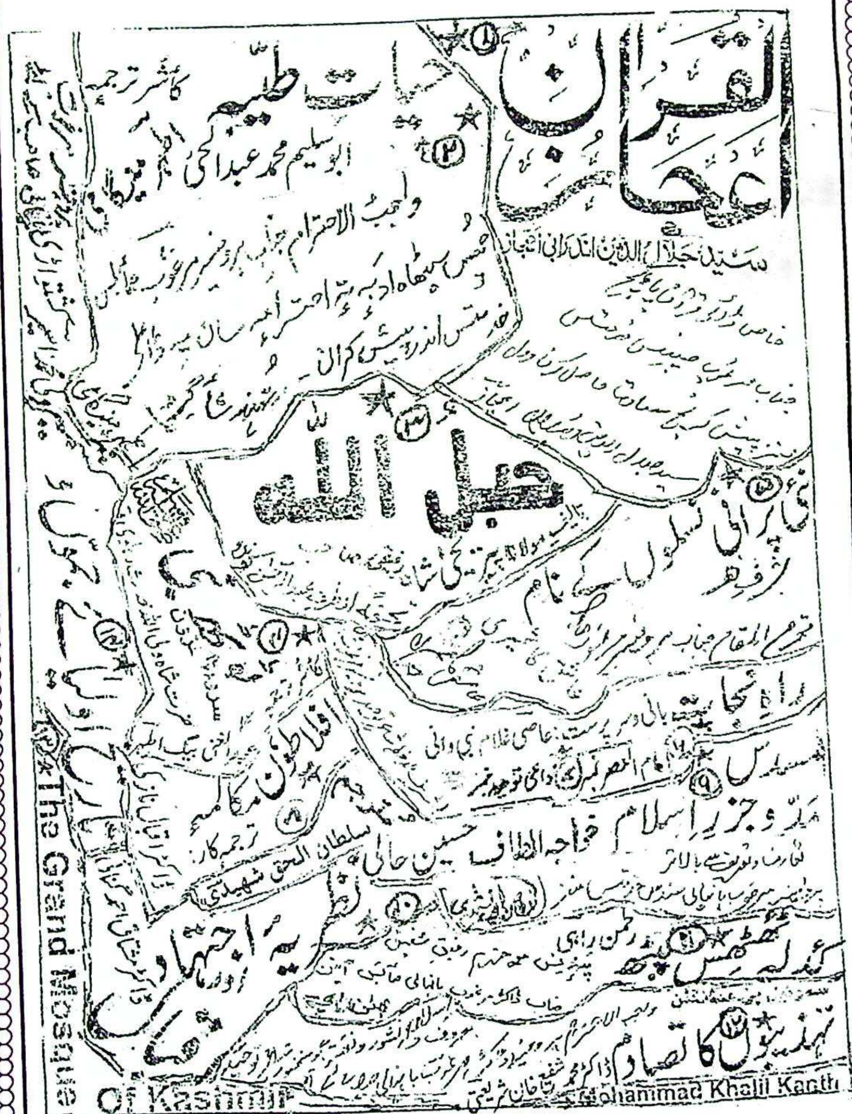
۳۶: ''دیدمان'' تیسرا کشمیری مجموعۂ کلام، ۲۰۱۳ء

۳۷: ''چراغان'' (خونبار کشمیر کے ایک عینی گواہ کی چالیس اُردو غزلوں پر مُشتمل چھوٹا سا دیوان)

☆☆☆

تشکّر کی دھنک

میں نے پہلے ہی تجلستان، رُمہ ریشن آے اور دیدمان نام کی تین تصنیفوں میں تین پُشتوں پر مُشتمل معاصرین کی ۴۲۶ کمپلی منٹری کُتب کا عکس جمیل شکریہ کے ساتھ نذرِ قارئین کرلیا ہے اب اِس تصنیف میں ایسی مزید ۱۴ کُتب کا عکس شامل ہے تا کہ اہلِ نظر قارئین ان کے حصول اور مطالعہ کی طرف بھی راغب ہوں۔ مرغوب





☆ پروفیسر مرغوبؔ بانہالی کا وجود ریاست ہی نہیں برصغیر کے علمی وادبی حلقوں کے لیے بھی باعثِ صد طمانیت اور موجبِ تحریک ہے جہاں بے شمار طلبہ نے آپ کے سائے میں علم وادب کے کئی مرحلے طے کیے ہیں وہاں ادیبوں اور فنکاروں نے بھی آپ سے بے پناہ استفادہ کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ بیسیوں کتابیں کشمیری، اُردو، فارسی اور انگریزی میں تصنیف کر کے آپ نے ان زبانوں کے سرمائے میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔

(پروفیسر ظہور الدین، صدر شعبہ اُردو، جموں یونیورسٹی

☆ 'مرغوب تھیوری اولین کتاب ہے جس میں پہلی بار (میری دانست میں) کشمیری زبان کے رسم الخط اور اِملا کے بارے میں سنجیدگی سے توجہ کی گئی ہے اور جس میں کشمیری املا کی معیار بندی اور اس میں روا اِملائی اِنتشار کو دُور کرنے کی خاطر اہم تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ یہ (کشمیری املا کو اُردو اِملا کے نزدیک رکھنے کی) تجاویز وسیع تر سماجی، تہذیبی، مذہبی اور لسانی تناظر میں پیش کی گئی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زبان، تحریر، رسمِ خط اور املا کے درمیان فرق اور تعلق سے متعلق اور پھر اپنی قوم کے وسیع تر ثقافتی ورثے کے ساتھ ان کے رشتے سے متعلق مُصنف کا ذہن بالکل صاف ہے۔

(ڈاکٹر نذیر احمد ملک، صدر شعبہ لسانیات، کشمیر یونیورسٹی)

☆ یُس نہٕ لفظن منز یوان سُے رمز مرغوٗبن کلام
اکہٕ اَکھولہِ سونتُک مُشک ژھٹہٕ وُن چمن چھاوُن چھُ فن

شعر کی اصل رُوح وہ رمز وکنایہ ہے جو تخلیقی زبان کے الفاظ میں بھی پوری طرح سمویا نہیں جاسکتا ہے۔ اُس کی شناخت کے لیے الفاظ شناسی سے بھی ایک بُلند فہم وادراک درکار ہے اس واضح تنقیدی شعور کے تناظر میں مرغوبؔ کی شاعری ایک ایسے چمن کی مانند ہے جس کی خوشبودار نسیمِ سحر مستقبل نواز شاعر کے تخلیقی ذہن سے برآمد ہو کر آئندہ نسل کے شعراء کو بھی معطر کرتی رہے گی۔ یہاں غالب کے مصرعہ 'میں عندلیبِ گلشن ناآفریدہ ہوں' کی یاد تازہ ہوجاتی ہے اور شاعر کا اِنتہائی رجائیت پسندانہ نقطۂ نظر محسوس ہوتا ہے'۔

(شہباز راجوروی، ایجوکیشن آفیسر، راجوری